بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہید کربلا رضی اللہ عنہ

اور

کردار یزید

محدث اعظمیؒ کی کتاب ''تبصرہ بر شہید کربلا اور یزید'' کا علمی محاسبہ

مصنف:

مولانا سید طاہر حسین گیاوی

ناشر:

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

تفصیلات

نام کتاب.......... : شہید کربلاؓ اور کردار یزید

مصنف............. : حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی

ناشر................ : کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

کمپوزنگ وسیٹنگ.. : محمد جہانگیر دیوبند 9045293126

سن اشاعت....... : ۲۰۱۸ء مطابق ۱۴۳۹ھ

صفحات............ : 152

قیمت.............. : ......

ملنے کا پتہ:

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

Phone: 01336-223294-224703

E-mail: naimiabookdepot@yahoo.com

فہرست عناوین

﴿شہید کربلا ؓ اور کردار یزید﴾

 ☆☆☆ 

کچھ کتاب کے بارے میں

(جناب مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی صاحب، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ونبينا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد!

گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں، محمود عباسی کی کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' شائع ہوئی تھی، اس کتاب میں مصنف کتاب نے تحقیق کے نام پر، متعدد ایسی غلطیاں کیں، جن سے بہت سے صحابہ کرامؓ کی شخصیت مجروح ہوئی، سیدنا حضرت حسینؓ کو باغی قرار دیا گیا اور یزید کی حمایت میں ساری صلاحیتیں صرف کردی گئیں، اس لیے فطری طور پر اس کتاب کا بڑا زبردست ردعمل ہوا، اور متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں۔

ہندوستان میں ایسے ''مخلصین'' بھی پائے جاتے ہیں، جو علمائے دیوبند پر اعتراض کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ایسے شر پسندوں نے یہ پروپیگنڈہ بڑی شد ومد سے کرنا شروع کردیا کہ حمایت یزید، دیوبند والوں کا موقف ہے اور محمود عباسی صاحب اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ظاہر ہے یہ انتہائی سنگین الزام تھا، اس کے دفاع کے لیے اور اس قضیہ سے متعلق اہل سنت والجماعت کے صحیح موقف کو اجاگر کرنے کیلیے جماعت دیوبند میں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بڑی شخصیت موجود نہیں تھی، آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا، اور شہید کربلا اور یزید نامی کتاب لکھی، کتاب میں افسانوی طرز اختیار کرنے کے بجائے صرف ان مباحث پر گفتگو کی گئی، جن میں اہل سنت والجماعت کے نظریات پر زد پڑتی تھی، اس لیے حضرت حسینؓ کی صحابیت کا اثبات، فضائل ومناقب کی روشنی میں ان کے روشن کردار کا بیان، اور ناقابل تردید تاریخی حوالوں سے، نیز اکابر اہل سنت والجماعت کی تحریروں کی روشنی میں فسق یزید کے مسئلہ تک مباحث کتاب کو محدود رکھا گیا، اور یہ ثابت کردیا گیا کہ محمود عباسی کا موقف گمراہ کن ہے اور اہل سنت والجماعت سے متصادم ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کو اس موقف سے؛ خاص طور سے فسق یزید کے موقف سے اتفاق نہیں تھا، اورانہوں نے حضرت حکیم الاسلامؒ کی کتاب پر تنقیدی تبصرہ لکھا، انہوں نے کتاب کے آخر میں خلاصہ مباحث لکھا ہے اور یزید کے فسق کو بلا دلیل گردانا ہے، ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ فسق یزید متفق علیہ مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ یزید کو فاسق ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں ہی اہل سنت والجماعت کا حصہ ہیں، اگر بات وہی ہے جو حضرت محدث اعظمیؒ فرمارہے ہیں تو حضرت کو چاہیے تھا کہ انصاف کے ساتھ، دونوں طرح کی روایتیں جمع کرتے اوراپنی گفتگو میں حد اعتدال پر قائم پر رہتے؛ تا کہ اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کا نقطۂ نظر مکمل واضح ہوتا اور یہ معلوم ہوسکتا کہ اہل سنت والجماعت میں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں، فسق یزید کی تردید اوراس پر دلالت کرنے والی تمام روایتوں کو یکسر مسترد نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت مولانا سید طاہر حسین صاحب گیاوی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں؛ انہوں نے اپنی زندگی صراط مستقیم کی وضاحت، اہل سنت والجماعت کے افکار ونظریات کی تشریح اور باطل نظریات کی تردید اوران کا لوہا لینے میں گزاری ہے، انہوں نے اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے حقیقی موقف کا جائزہ لیا ہے، اوراس شان کی تحقیق پیش کی ہے کہ منصف انسان اسے قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، تاریخی روایتوں میں ردوقدح کا انداز، خالص علمی ہے، اس کتاب کا حقیقی موضوع صرف فسق یزید اوراس سے متعلقہ مباحث ہیں، مولانا نے روایتوں کے رفض وقبول میں جانبداری سے گریز کیا ہے، اور بہت حد تک اعتدال کا دامن تھام رکھا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت حکیم الاسلامؒ نے شہید کربلا اور یزید میں اہل سنت والجماعت کا جو موقف لکھا ہے وہی صحیح ہے اوراسی پر اعتماد کرنا چاہیے ۔میں نے ان تمام روایتوں کی اصل مراجع سے مطابقت کیلیے نظر ثانی کی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس شان کی کتاب حضرت محدث اعظمیؒ کی طرف سے آنی چاہیے تھی، وہ اس کے زیادہ حق دار تھے کہ روایتوں میں صحیح اور سقیم کا فرق کرتے اور معتدل انداز گفتگو اختیار کرتے، جوان کی شناخت رہی ہے؛ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوسکا، وہ فسق یزید کو مختلف فیہ بتاتے ہیں، پھر عدالت یزید کیلیے دلیل فراہم کرنا شروع کر دیتے ہیں، اگر ان

کی بات صحیح بھی ہوتو اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ کے نقطۂ نظر کی وضاحت ہوگی نہ کے اہل سنت والجماعت کے تمام افراد کے نقطۂ نظر کی، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ''عرض ناشر'' کے عنوان سے جو مختصر تحریر کتاب کے شروع میں لاحق کی گئی ہے، اس میں یہ درج ہے کہ ''ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تدارک کے لیے محدث جلیل حضرت مولانا الاعظمیؒ کا رسالہ بھی شائع کر دیا جائے؛ تا کہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ واقعہ کربلا اور یزید کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند یا علمائے اہل سنت کا مسلک وہ نہیں ہے جو ''شہید کربلا و یزید'' میں بیان کیا گیا ہے''، یہ اعلی درجے کی جرأت ہے، کہ مولانا اعظمیؒ اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے دو نقطہائے نظر تسلیم کریں اور ناشر صاحب دوسرے نظریے کو لغزش، حد اعتدال سے خارج؛ بلکہ سرے سے مسترد کر دیں۔

اس لیے ضروری تھا کہ خوان ولی اللہی کا کوئی دیرینہ خوشہ چیں سامنے آئے اوراس مکتب فکر کی نمائندہ اہم شخصیات کی تحریروں، نیز حدیث وتاریخ کی مستند مآخذ کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا نقطۂ نظر واضح کرے۔

میری یہ بساط نہیں کہ اس موضوع پر کچھ لب کشائی کرسکوں، رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ رب العالمین! تاحیات اہل سنت والجماعت کے موقف پر ثابت قدم رکھیے اور ہر قسم کے فتنہ سے حفاظت فرمائیے۔ آمین

مناسب ہے کہ آخر میں مصنف کتاب کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے، جودرج ذیل ہے:

مؤلف کا مختصر تعارف:

حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی دامت برکاتہم کی ولادت بارہ اپریل ۱۹۴۷ء کو، کابر نامی گاؤں، تھانہ کوچ (موجودہ تھانہ آنتی) ضلع گیا بہار میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام سید سلطان احمد تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم، گیا کے مشہور ادارہ مدرسہ انوار العلوم میں درجہ عربی سوم تک حاصل کی، اس کے بعد شہر بنارس کے مشہور ادارہ مدرسہ مظہر العلوم میں تعلیم حاصل کی، اوروہیں رہتے ہوئے الہ آباد یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان دیا اوراول پوزیشن حاصل کی، پھر جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوکر، ایک سال تعلیم حاصل کی، اس کے بعد سن

۱۹۶۷ء میں ایشیاء کی مایہ ناز درسگاہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور تقریباً ڈھائی سال وہاں استفادہ کیا؛ لیکن تعلیمی سلسلہ درمیان میں ہی منقطع ہوگیا، پھر اگلے سال جامعہ اسلامیہ امروہہ جامع مسجد ضلع مراد آباد یوپی میں، دورۂ حدیث مین داخلہ لیا اور شعبان سن ۱۳۹۹ء مطابق ۱۹۷۰ء میں فارغ ہوئے، اسی درمیان الہ آباد بورڈ سے عالم اور فضیلت کی سند حاصل کی، پھر علی گڑھ سے ادیب کامل کا امتحان دیا اور اعلی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

تقریر اور مناظرہ میں شروع سے طاق تھے، اس لیے انہوں نے مباحثہ اور مناظرہ کو، اپنی جد وجہد کا عنوان بنایا، اور بالخصوص بدعات ورسومات کے خلاف ایک مضبوط محاذ سنبھالا، اور اس میدان کے فرد فرید ثابت ہوئے، جھریا، کٹک، اور کٹیہار کے مناظرے آپ کے تاریخی مناظرے ہیں، جن میں آپ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے کامیاب مناظر ثابت ہوئے اور ہزاروں افراد کی ہدایت کا ذریعہ بنے ۔

فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس کے علاوہ شہر بنارس کے متعدد اداروں میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، اور تقریباً آٹھ نو سال تک وہیں مقیم رہے۔

پھر اکابرین کے مشورے سے ۱۹۸۴ء میں، صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع پلاموں میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی، جس کا نام دارالعلوم حسینیہ رکھا، یہ ادارہ حضرت کے زیر اہتمام مختلف میدانوں میں خدمت دین کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔

تصنیف اور تحقیق سے حضرت کا لگاؤ بڑا گہرا ہے، اب تک متعدد تحقیقی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر، منظر عام پر آچکی ہیں، اور علمی حلقوں میں قبولیت عامہ حاصل کرچکی ہیں، آپ کی چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔رضاخانیت کے علامتی مسائل ۲۔بریلویت کا شیش محل
۳۔عصمت انبیاء اور مولانا مودودی ۴۔اعجاز قرآنی
۵۔احسن التنقیح لرکعات التراویح ۶۔نمازوں کے بعد کی دعا
۷۔مقتدی پر فاتحہ واجب نہیں ۸۔انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک
۹۔ترک تقلید ایک بدعت ہے۔

اللہ تعالی حضرت والا کو صحت مند رکھے اور آپ کا علمی سایہ امت کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین. امابعد!

محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کوئی غیر معروف عالم نہیں ہیں، وہ ایک معروف عالم اور جلیل القدر محدث کی حیثیت سے علمی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے ہیں، انہوں نے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ''شہید کربلا ویزید'' پر ایک تبصرہ لکھا ہے، جو ان کے علم وفضل سے بہت فروتر ہے اور اہل سنت والجماعت کے موقف سے بھی منحرف ہے، حیرت ہے کہ مولانا مرحوم نے کیسے یہ تبصرہ لکھا اور اگر انہوں نے لکھ ہی دیا تھا تو ان کے وارثین نے اور ''مکتبہ ابوالمآثر مرقاۃ العلوم مئو'' نے اس کو زیور طبع سے آراستہ کیونکر کردیا، جبکہ ان کا یہ تبصرہ تمام اہل علم اور اکابر اہل سنت کے نزدیک غلط ہے، ولی اللّٰہی جماعت اس تبصرہ کو رد کرتی ہے اور اہل سنت والجماعت اس کی مخالفت پر متفق اللسان نظر آتے ہیں، جیسا کہ ''شہید کربلا وکردار یزید'' نامی اس کتابچہ کو پڑھنے کے بعد قارئین کرام کو معلوم ہوجائے گا، اسی ضرورت کو محسوس کرکے اس تبصرہ کے خلاف یہ کتاب لکھ دی گئی ہے، یہ صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں ہے؛ بلکہ حدیث کی صحیح اور مستند روایتیں اس واقعہ کو بتاتی ہیں اور یہ واقعہ فروع عقیدہ کو چھوتا ہے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سرے سے یزید کے فاسق ہونے کا انکار کرتے ہیں، اگر انہوں نے صرف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علہ کی کتاب پر رد اور تنقید کی ہوتی تو شاید یہ کوئی خاص بات نہ ہوتی؛ کیونکہ کسی بھی

تصنیف کا حرف بحرف صادق ہونا ضروری نہیں ہے، اس میں کہیں نہ کہیں کوئی خامی یا کمزوری یا خلاف واقعہ باتیں آ ہی جاتی ہیں، جس کا رد بھی ایک ضروری امر ہے، ہماری کتاب کے اندر زیادہ حصے پر یزیدی کردار اور اس کے فاسق ہونے کے کارنامے بدلائل ذکر کئے گئے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل اور اس کے متعلقات پر بحث نہیں کی گئی ہے، ایک تو اس لئے کہ یزید کے فسق کا صرف اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کے فسق کیلئے اور بھی دلائل اور واقعات موجود ہیں، دوسرے اس لئے بھی کہ قتل حسینؓ کا واقعہ حضرت حکیم الاسلامؒ کی کتاب ''شہید کربلا اور یزید'' کا موضوع ہے اور اس میں تفصیل سے آچکا ہے میں نے اس واقعہ کو اسی لئے نظر انداز کر دیا ہے۔

کچھ قابل غور باتیں:

میری کتاب پڑھنے والے کو درج ذیل باتوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

کتاب میں جگہ جگہ تہذیب التہذیب اور البدایہ والنہایہ کے حوالے دئے گئے ہیں، اس سلسلے میں قارئین کرام سے گذارش ہے کہ درج ذیل باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

(۱) حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان کا چھپا ہوا ہے جس کے اندر صرف ۶ رجلدوں میں پوری کتاب ہے، بارہ جلدوں میں جو نسخہ ہے وہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔

(۲) البدایہ والنہایہ کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو بیس جلدوں میں چھپا ہے، بارہ جلدوں والا جو پہلے چھپا تھا وہ نسخہ ہمارے سامنے نہیں ہے، بیس جلدوں والا نسخہ دار ابن کثیر بیروت سے چھپا ہے اور اس پر حاشیہ بھی لکھا ہوا ہے وہی ہمارے سامنے ہے اور اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۳) نایاب کتابوں کے حوالے انٹرنیٹ سے حاصل کر کے دیئے گئے ہیں بالخصوص امام غزالیؒ وغیرہ کی بعض کتابوں کی تردید۔

یزید کی بیعت اور اہل مدینہ:

ہم نے اپنی بحث کا آغاز بخاری شریف کی ایک روایت سے کیا ہے، حالانکہ واقعہ کی ابتدا قاعدے میں اس سے نہیں ہونی چاہئے تھی، مگر چونکہ وہ روایت اس بحث میں نہایت اہمیت کی حامل ہے، اس لئے آغاز اسی سے کر دیا ہے، قارئین کرام سے اس کیلئے معذرت چاہوں گا۔

لما خلع اهل المدينة يزيد بن معاوية، جمع ابن عمر حشمه وولده فقال: انّى سمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: يُنصب لكل غادر لواءٌ يوم القيامة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع اللّٰه ورسوله ،وانى لا أعلم غدراً اعظم من ان يُبايَعَ رجل على بيع اللّٰه ورسوله ثُمّ يُنصَب له القتال، وانى لا أعلم احداً منكم خلعه ولا بابع فى هذا الأمر إلّا كانت الفيصل بينى وبينه. (صحيح البخارى ، ص ۱۰۵۳ / ج ۲ ، باب اذاقال عند قومٍ شيئًا ثم خرج فقال بخلافه، رقم الحديث: ۷۱۱۱)

جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خاص لوگوں اور اپنے لڑکوں کو جمع فرمایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ فرما رہے تھے ہر غدار کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یعنی یزید بن معاویہ) کیلئے اللہ اور رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑی غداری نہیں جانتا کہ کسی شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسول کے نام پر بیعت کی جائے اور پھر اسی کے خلاف جنگ وقتال بھی کیا جائے، اس لئے میں تم میں سے کسی کے بارے میں نہیں جاننا چاہتا ہوں کہ اس شخص کی بیعت توڑے اور نہ یہ کہ اس معاملہ میں کسی کی بیعت کرے الا یہ کہ یہ بات میرے اور اس شخص کے علیحدگی کی باعث ہوگی۔

مذکورہ بالا روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانیؒ کی تحقیق:

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قلت: وكان السبب فيه ماذكره الطبرى مسنداً أن يزيد بن معاويه كان أمّر على المدينة ابن عمه عثمان بن محمد بن ابى سفيان ، فأوفد إلى يزيد جماعة من اهل المدينة منهم عبدالله ابن غسيل الملائكة حنظلة بن ابى عامر وعبد الله بن ابى عمرو بن حفص المخزومى فى آخرين فأكرمهم وأجازهم فرجعوا فأظهروا عيبه ونسبوه إلى شرب الخمر وغير ذالك(فتح الباری: ج۱۳/ص۸۷/مطبوعہ (المکتبة الاشرفیه، دیوبند)

میں ابن حجر کہتا ہوں: اس بیعت کو توڑنے کا سبب جو علامہ ابن جریر طبری نے مسنداً ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا، اور اس نے اہل مدینہ کی ایک جماعت کو بطور وفد یزید کے پاس بھیجا جس میں عبدالله بن حنظلةؓ اور عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی اور دوسرے لوگ بھی تھے، یزید نے ان کا اعزاز واکرام کیا اور انعامات سے نوازا، لیکن جب یہ لوگ لوٹ آئے تو انہوں نے یزید کا عیب بیان کیا اور اس کو شرابی بتایا اور اس کے علاوہ بھی اس کے عیوب بیان کیے۔

مذکورہ بالا روایت کی مزید تنقیح:

اس جگہ دو تین باتیں خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے:

(۱) یہ کہ علامہ محمد بن جریر طبری نے جو سند اس روایت کی ذکر کی ہے اس میں ایک راوی ابومخنف ہے جس کا اصل نام لوط[1] بن یحیٰ ہے اور وہ غیر معتبر راوی ہے اور اس کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں: ''شیعی محترق'' کہ جلا بھنا شیعہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس سند پر کوئی جرح نہیں کی؛ بلکہ خاموشی سے گذر گئے جو روایت کو قبول کرنے کی علامت ہے، حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ طریقہ خود ان کے شایان شان نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اس روایت میں ایک غیر معتبر اور غیر ثقہ راوی ہے، لیکن جو بات غیر معتبر شیعہ راوی نے نقل کی ہے دوسرے ثقہ اور

معتبر راوی بھی نقل کرتے ہیں، اس لئے روایت معتبر ہوگی، پھر راوی ۱۷۰/ہجری سے کچھ پہلے انتقال کر چکا ہے اور دوسری صدی ہجری سے پہلے پہلے جو شیعہ راوی گذرے ہیں وہ رافضی نہیں تھے اور محدثین نے دوسری صدی سے پہلے والے شیعہ کی روایت کو قبول فرمایا ہے، خود علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَبان بن تغلب کوفی جس کی روایات کو امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، ان کو کوئی محدثین نے غالی شیعہ بتایا ہے، ان کے متعلق امام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وهو من اهل الصدق فى الروايات وان كان مذهبه مذهب الشيعة وهو فى الرواية صالح لابأس به، قلت هذا قول منصف.

ترجمہ: وہ روایت میں سچائی برتنے والوں میں سے ہے اگر چہ اس کا مذہب شیعہ کا مذہب ہے، لیکن نقل میں ٹھیک ٹھاک اور اور لاباس به ہے، منصفانہ بات یہی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

فالتشيع فى عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل على على عثمان وان علياً كان مصيباً فى حروبه، وإن مخالفه مخطئ مع تقديم الشيخين وتفضيلهما، وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإذا كان معتقد ذالک ورعاً ديناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روايته بهذا، لاسيّما ان كان غير داعية، وأما التشيع فى عرف المتاخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضى الغالى ولا كرامة. (تهذيب التهذيب: ج ۱/ص ٦٣)

ابان بن تغلب جس کی وفات ۲۴۰ھ یا ۲۴۱ھ میں ہوئی اس کے متعلق محدثین کی یہ رائے ہے تو ابومخنف لوط بن یحیٰ جس کی وفات ۱۷۰ھ سے کچھ قبل ہی ہوئی اس کی روایت کیوں قبول نہ کی جائے گی حالانکہ وہ متقدمین شیعہ میں سے ہے۔

---

[1] واكثره من رواية ابى مخنف لوط بن يحيىٰ وقدكان شيعياً وهو ضعيف الحدث عند الأئمة۔(البدایہ والنہایہ: ج۸/ص۲۸۳)

شیعہ اور روافض کے درمیان فرق:

شیعہ اور رافضی میں فرق ہے، متقدمین کی عرف میں شیعہ اس شخص کو کہا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفین کو خطا وار سمجھتا تھا، حالانکہ وہ حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تقدیم وفضیلت کا قائل ہوتا تھا اور کبھی کبھی اس کو بھی شیعہ میں ہی مانا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق مانتا ہو، لیکن ایسا عقیدہ رکھنے کے بعد صادق القول دیندار پرہیز گار اور عبادت گذار ہو تو صرف اس اعتقاد کی بنیاد پر اس کی روایت نہیں مردود قرار پائے گی، بالخصوص جبکہ وہ اپنے عقیدہ کی دعوت بھی نہ دیتا ہو، لیکن متاخرین کے عرف میں خالص رافضی پر تشیع کا اطلاق ہونے لگا اب رفض بمعنی تشیع ہو گیا تو اس کی گنجائش نہیں رہ گئی۔

لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایت صرف اسی بنیاد پر قبول نہیں کی ہے، بلکہ دوسروں سے بھی مروی ہونے کی وجہ سے قبول کی ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

خلافت کے ابتدائی دور میں یزید کی کارکردگی:

دوسری بات اس جگہ یہ بھی دھیان میں رہنی چاہئے کہ یزید بن معاویہ جب خلیفہ ہوا تو اس سال امراء وعمال میں کوئی تبدیلی نہیں کی؛ بلکہ اس سال اپنے والد کے امراء ونوابوں کو ہی برقرار رکھا، البتہ ایک دوسال کے بعد اس نے تبدیلیاں ضرور کیں اس کو ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا ہے۔

فأقرّ نواب أبيه على الأقاليم ولم يعزل احداً منهم، وهذا من ذكائه.
(البدایہ والنہایہ: ص۲۱۳ رج ۸)

ایک سال بعد ۶۱ھ میں اور ۶۲ھ میں سجستان وخراسان سے دونوں بھائیوں عباد وعبدالرحمٰن کو خراسان اور سجستان سے ہٹا کر مسلم بن زیاد کو دونوں جگہ کا گورنر بنادیا، ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ففيها ولى يزيد بن معاوية مسلم بن زياد سجستان وخراسان حسين وفد عليه وله من العمر أربع وعشرون سنة وعزل عنها اخويه عبّاداً وعبدالرحمن. (البداية والنهاية: ج۸/ص ۲۹۶)

یہی بات علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ اپنی تاریخ کامل میں بھی لکھی ہے فرماتے ہیں:

فولاه خراسان وسجستان اسی سال مسلم بن زیاد کو خراسان وسجستان کا والی بنایا۔ (الکامل لابن اثیر: ج۱/ص۶۳۲)

اس کے بعد ۶۲ھ میں یزید نے مدینے سے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو معزول کردیا اور اس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا والی مقرر کردیا اور واقعہ حرّہ کے وقت یہی مدینہ کا والی تھا اور یہ ناتجربہ کار اور نوعمر بھی تھا، علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ: ص۳۰۳ رج ۸، پر اور علامہ ابن اثیر تاریخ الکامل: ص۶۳۴ رج ۱، پر لکھتے ہیں:

فعزل يزيد الوليد وولّى عثمان بن محمد بن ابى سفيان وهو فتى غرّ حدث لَم يجرّب الأمور.

اسی ۶۲ھ میں یزید نے ولید بن عتبہ کو معزول کردیا اور اس کی جگہ عثمان بن محمد کو مدینہ کا والی بنادیا اور وہ ناتجربہ کار اور نوعمر اور بھولا بھالا تھا۔

سابقہ تاریخی شواہد اور محدث اعظمیؒ کی تحقیق میں عدم مناسبت:

پہلی بات علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مورخ محمد بن حریر طبری سے نقل کی ہے اور یہی بات حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن اثیر بھی لکھ رہے ہیں، لیکن محدث جلیل محقق کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے نہ معلوم کہاں سے اور کیسے اس کے برخلاف لکھ دیا۔ بعض تاریخی بیانات کی بنا پر کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ولید بن عتبہ کو ولایت مدینہ سے معزول کردیا تھا، لیکن یہ شبہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یزید نے ولید بن عتبہ کو ....

وفی ہذہ السنۃ (ابی احدی وستین) **عزل يزيد عن إمرة الحرمين عمرو بن سعيد وأعاد إليها الوليد بن عتبه بن ابى سفيان فولّاه المدينة.** (البدايه والنهايه: ج۸/ص۲۹۷)

معزول کرنے کے بعد پھر مدینہ کا والی مقرر کر دیا تھا دیکھو ابن اثیر: ج ۳ / ص ۳۰۵، تبصرہ برشہید کربلا و یزید صفحہ ۳۲۔

حضرت مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ ۶۲ ھ سے پہلے دوبارہ مدینے کا والی بنایا تھا یا ۶۲ ھ کے بعد، میرا دعویٰ ۶۲ ھ کے بعد دوبارہ والی نہ بنانے کا ہے، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے مزید لکھ دیا: ''بہرحال اپنے والد کے کسی والی کو یزید نے بالکلیہ[1] معزول نہیں کیا''۔

یہ بات بھی مولانا مرحوم کی بالکل خلاف تحقیق ہے، یہ صرف اتنا ہی مولانا نے لکھا ہوتو ثابت بھی غلط ہوتا، مزید اس پرستم یہ فرمادیا کہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ پر الزام یہ بھی دے ڈالا کہ: ''اگر مہتمم صاحب کے علم میں اس کے خلاف ایک بھی تاریخی شہادت موجود ہوتو ہم کو اس بیان سے رجوع کرنے میں مطلق تأمل نہیں ہوگا، لیکن محض تخرص اور صرف اٹکل سے بلاثبوت و بے حوالہ مہتمم صاحب یا ان سے بھی بڑے کسی عالم کا یہ کہہ دینا کہ یزید عموماً شیوخ کو ہٹا کر صبیان[2] کو نامزد کرتا تھا، انصاف کی رو سے قابل قبول نہیں، مہتمم صاحب کو سوچنا چاہیئے کہ یزید فاسق سہی مگر مسلمان تھا، کافر نہیں تھا اور کافر بھی ہوتا تو یہ کس طرح جائز ہے کہ بے سروپا الزامات اس کے سر تھوپے جائیں''۔ (تبصرہ برشہید کربلا و یزید: ص ۳۳)

سطور بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، محدث ابن کثیر علامہ طبری علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یزید نے ناتجربہ کاروں اور کم عمر نوجوانوں کو مدینہ منورہ اور خراسان و سجستان کا والی بنایا تھا اور واقعہ حرہ کے وقت بھی مدینہ کا والی عثمان بن محمد کو بنا رکھا تھا،

[1] وأولهم يزيد عليه مايستحق و كان غالباً ينزع الشيوخ من امارة البلد ان الكبار ويوليها الأصاغر من أقاربه. عمدة القاری: ج ۲۴ / ص ۲۶۱ ۔ اور ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ وأن أولهم يزيد كما دل عليه قوله ابی هريرة رأس الستين وإمارة الصبيان فأن يزيد كان غالباً ينزع الشيوخ من إمارة البلدان الكبار ويوليها الأصاغه من أقاربه ۔ فتح الباری: ج ۱۳ / ص ۱۳، مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

[2] دوبارہ ولید بن عتبہ کو مدینہ کا والی ۶۱ ھ میں بنا گیا تھا، لیکن ۶۲ ھ کی معزولی کے بعد عثمان بن محمد والی مدینہ بنائے گئے، جو کم عمر نا تجربہ کار تھے اور واقعہ حرہ کے وقت یہی والی مدینہ تھے۔

یہ تینوں باتیں ایک سے زیادہ تاریخی حوالوں سے ثابت کر دی گئی ہیں اور تاریخی حوالے بھی درج کئے گئے ہیں، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ نے ابن اثیر: ج ۳ / ص ۳۰۵ / کے حوالے سے جو غلط بات لکھی افسوس کہ ابن اثیر کی عبارت نہیں نقل فرمائی ہے جس کی وجہ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اتنے بڑے عالم محدث اور محقق کیلئے ایسی غلط بات ان کی شان کیلئے کتنا بڑا اعیب ثابت ہوتی ہے، ولید بن عتبہ کا معزول ہونا تو معلوم اور متفق علیہ امر ہے، واقعہ حرہ کے وقت تک مدینہ کا والی عثمان بن محمد کا ہونا علامہ ابن کثیر بھی لکھ رہے ہیں۔

ابن اثیر فرماتے ہیں:

سنة ثلاث وستين كان أول وقعة الحرة ما تقدّم من خلع يزيد: فَلـمَّا كان هذه السنة أخرج أهل المدينة عثمان بن محمد بن ابی سفيان عامل يزيد وحصروا بنی أمية بعد بيعتهم عبد اللّٰه بن حنظلة. (تاریخ ابن اثیر ج اول ص ۶۳۷، اور قدیم نسخہ ج ۴ ص ۱۱۲)

۶۳ھ اور واقعہ حرہ کا تذکرہ:

واقعہ حرہ کی شروعات جیسا کہ پہلے گذرا یزید کی بیعت توڑنے سے ہوئی جب یہ سال شروع ہوا تو اہل مدینہ نے یزید کے عامل عثمان بن محمد کو نکال دیا اور بنو امیہ کا حصار کر لیا اور انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد یہ سب کچھ کر لیا۔

اس بیان سے صاف طریقے سے واضح ہے کہ ابن اثیر کے نزدیک اس سال تک مدینہ کا والی عثمان بن محمد تھا اور ظاہر ہے کہ دوبارہ ولید بن عتبہ کو مدینہ کا والی بنایا ہوگا تو اس کے پہلے ہی بنایا ہوگا کیونکہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا ہے اور ربیع الاول ۶۴ھ میں

[1] صبیانی پارٹی کے دو ارکان (۱) خود یزید (۲) عبیداللہ بن زیاد والی عراق بعمر ۲۲ / سال عثمان بن محمد عامل مدینہ نوعمر و نا تجربہ کار تھے تینوں میں کوئی حضرت معاویہ کے زمانہ میں کہیں کے والی نہ تھے، تینوں یزید کے قریبی رشتہ دار بھی تھے اور کم عمر بھی۔

یزید بن معاویہ کا انتقال ہوجاتا ہے واقعہ حرہ اور وفات یزید کے درمیان کل تین مہینہ کا واقعہ ہے اس تین مہینے کے اندر ولید بن عتبہ کو دوبارہ مدینہ کا والی بنانا ابن اثیر کے حوالے سے نقل کرنا سہواً ہی ممکن ہے ورنہ ابن اثیر کے جلد اور صفحہ کا حوالہ دیکر نقل کرنا صرف اور صرف ایک غلطی نہیں بلکہ ابن اثیر پر تہمت لگانا اور علمی دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔

۶۴ھ کے بیان میں ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و فی هذه السنة توفی يزيد بن معاوية بحوارين من أرض الشام لأربع عشرة خلت من شهر ربيع الأول وهو ابن ثمان وثلاثين سنة فی قول بعضهم، وقيل: تسع وثلاثين، وكانت ولاية ثلاث سنين وستة أشهر وقيل توفي فی ربيع الاول سنة ثلاث وستين وكان عمره خمسًا وثلاثين سنة وكانت خلافه سنتين وثمانية أشهر والأول أصح. (ابن اثیر ج اول ص۶۴۱)

اسی ۶۴ھ میں ۱۴/ربیع الاول کو، شام کے گاؤں حوارین میں، اڑتیس سال کی عمر میں یزید بن معاویہ کی وفات ہوئی، بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یزید کی عمر انچالیس سال تھی اور اس کی حکومت ساڑھے تین سال کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی وفات ربیع الاول ۶۳ھ میں ہوئی اور اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور اس کی حکومت دوسال آٹھ مہینہ رہی، پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

لہذا ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ بیان کہ مدینہ کا وفد عثمان بن محمد نے بھیجا تھا اور حرہ کا واقعہ بھی اسی کے زمانہ ولایت میں پیش آیا بالکل صحیح ہے اور ابن اثیر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

یزید کے شراب پینے کی روایات:

محدث اعظمیؒ نے یزید کے شراب پینے کے واقعہ کو یزید پر ایک قسم کا الزام لکھا ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی روایات کی روشنی میں اس کی تحقیق کی جائے:

اس تعلق سے عرض ہے کہ یزید کے شراب پینے کا واقعہ صرف طبری سے یا صرف کسی

ایک ہی سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متعدد سندوں سے ہے اور صرف تاریخوں سے ہی ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے متعدد سندوں اور احکام کو ثابت کرنے والی صحیح حدیثی سندیں بھی موجود ہیں جیسا کہ اس کا بیان بعد میں ہوگا۔

علامہ ذہبی کی تحقیق:

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:

وقال الواقدی: أخبرنا ابن أبی ذئب عن صالح بن أبی حسان أخبرنا اسماعيل بن ابراهيم المخزومی عن أبيه وحدثنا سعيد بن محمد بن عمرو بن يحی عن عبادة بن تميم كل قد حدثنی قالوا لما وثب اهل الحرة أخرجوا بنی امية عن المدينة واجتمعوا علی عبد اللّٰه بن حنظلة وبَايَعَهم علی الموت، قال يا قوم اتقوا اللّٰه فو اللّٰه ماخرجنا علی يزيد حتی خفنا أن نُرمَی بالحجارة من السماء، إنه رجل ينكح امهات الأولاد والبنات والأخوات ويشرب الخمر ويدع الصلاة الخ. (تاریخ الاسلام للذہبی ج۲ص۳۷۳)

واقدی کہتے ہیں مجھ کو ابن ابی ذئب نے خبر دی ہے وہ صالح بن حسان سے روایت کرتے ہیں ان کو اسماعیل بن ابراہیم مخزومی نے بتایا اور وہ اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور مجھے سعید بن محمد عمرو بن یحیٰی نے عبادہ بن تمیم سے حدیث بیان کی ہے کہ جب اہل حرہ کود پڑے اور بنی امیہ کو مدینے سے باہر نکالا اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر کے اکٹھے ہوئے تو انہوں نے کہا بخدا ہم لوگ یزید کے خلاف اس وقت نکلے جب ہم کو آسمان سے سنگ سار کئے جانے کا خطرہ ہوا، وہ یزید ام ولد اور ام ولد کی بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے اور شراب پیتا ہے نمازیں چھوڑتا ہے۔

اس جگہ یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ شراب

خوری اور دیگر حرام کاری کی یزید کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، اس لئے صحابی جھوٹ نہیں بول سکتا ہے، اب اس روایت کی دو سندیں ہیں۔

پہلی سند

(۱)......محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرہ بن الحارث جو ابن ابی ذئب ہیں، یہ ثقہ ہیں۔
(دیکھئے تہذیب التہذیب: ج۵ ص۱۹۵)

(۲)......صالح بن ابی حسان، ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج۲ ص۵۲۸)

(۳)......اسماعیل بن ابراہیم مخزومی المتوفی ۱۶۹ھ ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج اول ص۱۷۴)

(۴)......ابو ابراہیم بن عبدالرحمٰن مخزومی بخاری کے راویوں میں ہیں اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ا ص۹۱)

دوسری سند

(۱)......سعید[۱] بن محمد درحقیقت عمرو بن یحییٰ المتوفی ۱۴۰ھ ثقہ ہیں۔ التہذیب جلد ۲ ص۳۹۲۔ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ الانصاری المازنی المدنی۔

(۲)......عبادہ بن تمیم غلط ہے، یہ نام عباد بن تمیم ہے۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج۳ ص۶۲، ۶۳ و تاریخ الاسلام ج۲ ص۱۶۱)

مذکورہ بالا روایت کی سندوں کی تحقیق:

بخاری میں دو جگہ یہ سند موجود ہے (۱) جلد اول ص۴۱۵۔ (۲) بخاری جلد دوم ص۵۹۹۔ اور دونوں جگہ عمرو بن یحییٰ عن عبادہ بن تمیم ہے اور یہ سند صحیح ہے یہ گفتگو دوسری سند سے تعلق رکھتی ہے، پہلی سند میں کوئی کلام کی گنجائش نہیں ہے وہ تو بالکل صحیح اور بے غبار ہے سند ہے البتہ محمد بن عمر واقدی جنہوں نے یہ سند نقل کی ہے اس میں کلام ہے مگر حافظ ذہبی نے ان کو زیادہ سے زیادہ ضعیف قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں:

وقد تقرر أن الواقدي ضعيف. اور یہ بات طے ہو چکی ہے کہ واقدی ضعیف ہے۔

---

[۱] سعید بن محمد بن عمر بن یحییٰ مجھے کوئی راوی نہیں ملے۔

اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ان وزنه عندی انه مع ضعفه یُکتب حدیثُه ویُروَی لأنی لا أتهمه بالوضع، وقول من أهدره فیه مجازفة من بعض الوجوه کما انه لا عبرة بتوثیق من وثقة ...... إذ قد انعقد الإجماع الیوم انه لیس بحجة، وان حدیثه فی عداد الواهی. (سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۵۵۰)

میرے نزدیک اس کا وزن یہ ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے گی کیونکہ وہ متہم بالوضع نہیں ہے اور جنہوں نے اس کی بات کو غلط اور بیکار ٹھہرایا ہے ان کی بات میں تھوڑا اٹکل پنا اور مجازفت ہے جیسا کہ ان لوگوں کی توثیق کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے جنہوں نے اس کو ثقہ کہا ہے کیونکہ آج اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ وہ قابل حجت نہیں اس کی روایت ضعیف راویوں میں شمار ہوگی۔

قریب قریب یہی فیصلہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے واقدی کے سلسلہ میں تہذیب التہذیب ج۵ ص۲۳۶ پر لکھا ہے: **وقد استقر الاجماع علی وهن الواقدی** واقدی کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔ اس لئے محمد بن عمر واقدی ضعیف تو ہیں لیکن کاذب غیر معتبر اور بالکل کنڈم راویوں میں سے نہیں ہیں، اس کی ایک سند میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بھی ایک ضعیف راوی گذر چکے ہیں اور یہ قاعدہ اصول حدیث کا آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب دو مختلف سندوں میں الگ الگ دو راوی ضعیف ہو تو تعدد طرق کی بنیاد پر روایت قابل اعتبار ہو جاتی ہے اور ان میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے احکام میں استدلال کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

اس لئے ابو مخنف کے ساتھ واقدی کا ہونا سند میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغیره ایضا. (مقدمہ مشکوٰۃ للشیخ عبدالحق ص۲)

اور وہ ضعیف حدیث جو تعدد طرق کے ذریعہ حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہونچ جائے

وہ بھی بالاجماع قابل احتجاج ہوتی ہے۔

اور ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں:

بان يكون ضعيفا في نفسه لكن كثرت طرقه او اعتضد بحديث صحيح. (شرح شرح نخبۃ الفکر ص۲۴۶)

بایں طور کہ بذات خود حدیث ضعیف ہو مگر اس کی سندیں زیادہ ہو یا اس کی سند کے لئے کوئی صحیح السند حدیث کی مدد بھی موجود ہو۔

یعنی حدیث ضعیف کی کئی سندیں پائی جاتی ہو یا ایک صحیح السند حدیث سے اس کی مدد ثابت ہوجاتی ہو تو وہ متعدد الطرق اور صحیح سند سے تقویت کے بعد وہ ضعیف السند بھی بالاجماع قابل استدلال اور لائق احتجاج ہوجائے گی اس میں محدثین کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور راوی کا صرف شیعہ ہونا بھی مضر نہیں ہوگا؛ کیونکہ ابومخنف لوط بن یحیٰ یا محمد بن عمر واقدی دونوں متقدمین یعنی دوصدی کے قبل والوں کی اصطلاح میں شیعہ ہیں جو شیعہ داعیہ یعنی متاخرین کی اصطلاح والے شیعہ بمعنی رافضی نہیں ہیں اور روایت صرف ایک ضعیف روایت ہے جو اعتضاد اور تائید کی بنیاد پر تعدد طرق کے بعد بالاتفاق قابل استدلال ہوگی اور یہاں مسئلہ زیر بحث میں صرف یہی دو ضعیف روایتیں نہیں ہیں؛ بلکہ تیسری ضعیف روایت بھی پائی جاتی ہے بلکہ ایک صحیح روایت اور کئی مرسل اور منقطع روایتیں بھی پائی جاتی ہیں، جیسا کہ بعد میں آئے گا، فی الحال ایک تیسری ضعیف روایت اور پڑھ لیجئے محدث طبرانی فرماتے ہیں اور ان سے محقق محدث ابن کثیر علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں:

قال الطبراني: حدثنا محمد بن زكريا الغلابي حدثنا ابن عائشة عن أبيه قال كان يزيد في حداثته صاحب شراب (۱) **يأخذ مأخذ**

(۱) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ عربی میں شراب کے معنی صرف مشروب کے ہیں اور مشروب ہر قسم کے مشروبات کو کہتے ہیں، صرف خمر کے لئے خاص نہیں ہے، جواباً عرض ہے مشروب لفظ شراب عام کے معنی میں ہے لیکن قرینہ کی وجہ سے خاص خمر پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث **کل شراب اسکر فھو حرام** میں بولا گیا ہے۔ دیکھئے مسلم۔

الأحداث، فأحسّ معاوية بذلك فاحب أن يعظه في رفق.

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۲۲)

اس سند میں کل چار درج ذیل راوی ہیں:

(۱)......الحافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ۔

(۲)......محمد بن زکریا الغلابی البصری المتوفی ۲۹۰ھ **ذكره ابن حبان في الثقات وقال يعتبر به إذا روى عن ثقة.** الروض الدانی ج۲ ص۱۱۸، وجمع الزوائد ج۲ ص۲۹۰، **وقال الصفدي في الوافي بالوفيات ج۲ ص۶۳: عداده في الضعفاء.**

(۳)......**ابن عائشة هو عبد الله بن محمد بن حفص بن عمر بن موسى المعروف بالعيشي والعائشي وابن عائشة من ولد عائشة بنت طلحة صدوق ثقة المتوفى ۲۲۸ھ۔** تہذیب التہذیب ج۴ ص۳۲۔

(۴)......**ابو ابن عائشة هو محمد بن حفص بن عمر بن موسى البصري ثقه،** علامہ زین الدین القاسم ابن قطلوبغا نے اپنی کتاب ''الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ''، جلد ۸ ص۲۵۵ پر ثقات میں شمار کیا ہے اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج۱ ص۱۶ میں اور محدث ابن حاتم نے الجرح والتعدیل ج۷ ص۳۱۷ پر ان کا ذکر کیا ہے۔

یزید کے فاسق اور شرابی ہونے پر ناقابل انکار دلائل وشواہد:

محدث طبرانی سے مذکور الصدر روایت نقل کی گئی ہے جس کے راویوں میں سب ثقہ ہیں صرف ایک محمد بن زکریا غلابی ضعیف ہیں اور وہ ثقہ سے روایت کررہے ہیں، اس لئے قابل اعتبار اور دوسرے راویوں کی وجہ سے لائق اعتماد بھی ہیں، ابھی تک جو روایتیں نقل کی گئیں ہیں اور ان سے یزید کا شراب خور ہونا ثابت کیا گیا ہے، الگ الگ سب ضعیف روایتیں تھیں اس لئے تعدد طرق کی بنیاد پر ان کو قابل استدلال قرار دیا گیا ہے۔ اب ایک صحیح روایت بھی اس کے شراب خور ہونے کی دلیل میں پیش کی جارہی ہے، اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور اچھی طرح غور وفکر سے کام لیجئے۔

علامہ ذہبی اس کا مختصراً تذکرہ اپنی دو کتابوں میں کر رہے ہیں اور ابن کثیر بھی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۳۲۸ پر اس روایت کو مکمل طور پر نقل فرما رہے ہیں۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۰ پر لکھتے ہیں:

عن صخر بن جويرية عن نافع قال مشى عبد الله بن مطيع وأصحابه إلى ابن الحنفية فأرادوه على خلع يزيد فأبى فقال ابن مطيع: إنه يشرب الخمر ويترك الصلاة ويتعدى حكم الكتاب، قال ما رأيت ما تذكره، وقد أقمت عنده، فرأيته مواظباً للصلاة متحريًّا للخير يسأل عن الفقه قال، ذاك تصنع ورياءٌ. (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۰)

اور علامہ ذہبی علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۴۷۸ پر لکھتے ہیں:

وزاد فيه المدائنى عن صخر عن نافع فمشى عبد الله بن مطيع وأصحابه إلى محمد بن الحنفية فأرادوه على خلع يزيد فأبى وقال ابن مطيع: إن يزيد يشرب الخمر ويترك الصلاة ويتعدى حكم الكتاب، قال: ما رأيت منه ما تذكرون، وقد أقمت عنده فرأيته مواظباً للصلاة متحرياً للخير يسأل عن الفقه قال: كان ذالك منه تصنعاً لك ورياء. (تاریخ الاسلام للذہبی جلد دوم ص ۴۸۷)

اور اس روایت کو حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ پوری سند کے ساتھ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۳۲۸ و ۳۲۹ پر بحوالہ المدائنی لکھتے ہیں:

وقد رواه أبو الحسن على بن محمد بن عبد الله بن أبى سيف للمدائنى عن صخر بن جويرة عن نافع عن ابن عمر فذكر مثله، ولما رجع أهل المدينة من عند يزيد مشى عبد الله بن مطيع وأصحابه إلى محمد ابن الحنفية فأرادوه على خلع يزيد فأبى

عليهم فقال ابن مطيع إن يزيد يشرب الخمر ويترك الصلاة ويتعدى حكم الكتاب فقال لهم، ما رأيت منه ما تذكرون وقد حضرته وأقمت عنده فرأيته مواظباً على الصلاة متحريًا للخير يسأل عن الفقه ملازماً للسنة قالوا: فإن ذالك كان منه تصنّعا لك، فقال وما الذى خاف منى أورجاحتى يظهر لى الخشوع أفأطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر فلئن كان أطلعكم على ذالك إنكم لشركاؤه وإن لم يكن أطلعكم فما يحل لكم أن تشهدوا بمالم تعلموا، قالوا: انه عندنا لحق، وان لم تكن رأيناه، فقال لهم: أبى الله ذالك على أهل الشهادة، فقال (إلا من شهد بالحق وهم يعلمون) [الزخرف: ۸۶] **ولست من أمركم فى شيءٍ قالوا: إذًا نكرهك.** (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۹)

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ کی نقل کردہ دونوں کتابوں کی عبارتوں میں حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی نقل کردہ اس عبارت کی سند کے اندر ایک فرق یہ ہے کہ ذہبیؒ عن نافع کے بعد عن ابن عمر نہیں لکھتے ہیں اور حافظ ابن کثیر عن ابن عمر ذکر حديثه کا اضافہ بھی فرماتے ہیں جو میرے خیال میں غلط ہے۔

مولانا اعظمیؒ سے منقول عربی عبارت کا ترجمہ:

میں اس عربی کی نقل کردہ لمبی عبارت کا ترجمہ حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں لیکن پہلے یہ بتادوں کہ اس واقعہ کی سند میں کل تین راوی ہیں تینوں اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔

(۱)...... امام ابوالحسن المدائنی جن کا پورا نام علی بن عبداللہ بن ابی سیف ہے اور ان کی تاریخ ولادت ۱۳۲ھ اور وفات ۲۲۴ھ یا ۲۲۵ھ ہے یہ نہایت ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۱۰۴)

(۲) صخر بن جویریہ المتوفی ۱۶۰ھ سے زیادہ ثقہ ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۵ ص۴۵۸، تہذیب التہذیب ج۲ ص۵۴۴)

(۳) نافع مولیٰ بن عمر المتوفی ۱۱۹ھ ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج۵ ص۶۰۶)

اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت مضبوط اور پختہ ہے، کسی قیل وقال کی قابل ذکر کوئی وجہ نہیں ہے۔ سند کے تعلق سے اس وضاحت کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کا ترجمہ پڑھیے:

''ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب مدینہ والوں کا وفد شام سے واپس آیا تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی ابن الحنفیہ کے پاس آئے اور ان کو بھی خلع بیعت پر آمادہ کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا پھر ان میں اور عبداللہ ابن مطیع میں یہ گفتگو ہوئی:

عبداللہ بن مطیع: یزید شراب پیتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے۔

ابن الحنفیۃ: میں نے وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم ذکر کرتے ہو حالانکہ میں اس کے پاس گیا ہوں اور اس کے پاس ٹھہرا ہوں، میں نے تو اس کو برابر پابند نماز اور خیر کا طالب اور اس کا قصد کرنے والا دیکھا ہے وہ احکام شرع کو پوچھتا رہتا ہے اور میں نے اس کو سنت کا التزام کرنے والا دیکھا ہے۔

عبداللہ بن مطیع: وہ یہ سب دیکھانے کے لئے بناوٹی کرتا تھا۔

ابن الحنفیۃ: مجھ سے اس کو کیا خوف تھا یا کیا امید تھی کہ وہ میرے لئے خشوع ظاہر کرے گا اچھا تم جو اس کی شراب خوری کا ذکر کرتے ہو تو کیا اس نے تم کو اس پر مطلع کیا ہے، تو تم اس کے شریک (بزم وحریف بادہ) ہو اور اگر اس نے تم کو مطلع نہیں کیا ہے تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ جس بات کا تم کو علم نہیں اس کی شہادت دو۔

عبداللہ بن مطیع: ہمارے نزدیک تو وہ حق ہے اگرچہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

ابن الحنفیۃ: اللہ تعالیٰ نے شہادت دینے والوں کو اس کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ انکار کیا ہے اور فرماتا ہے ''الاَّ من شهد بالحق وهم يعلمون'' اور میں تمہارے اس کام سے بیزار ہوں یا مجھ کو تمہارے اس کام سے کوئی سروکار نہیں۔

پس یہ ہے کہ کل ثبوت یزید کے فسق وفجور کا اور یہ ہے اس ثبوت پر حضرت علی مرتضیٰ کے فرزند امام ربانی حضرت محمد بن الحنفیہ کی شرعی جرح اور یہ ہے ان کا قرآنی فتویٰ یزید کو فاسق وفاجر کے لئے ثابت کرنے کے جواز وعدم جواز کے باب میں۔''

(تبصرہ بہ شہید کربلا و یزید ص۴۸ و۴۹)

مولانا اعظمیؒ کا مذکورہ بالا تبصرہ اور اس کا تجزیاتی مطالعہ:

مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کے اس تبصرہ پر مجھ کو جو کچھ عرض کرنا ہے وہ تو بعد میں عرض کروں گا، سب سے پہلے ایک بار پھر یہ عرض کردوں: یہ تاریخی بات یا کمزور ضعیف یا غیر معتبر روایت نہیں ہے کہ صرف پڑھ کر کوئی گذر جائے؛ بلکہ یہ روایت نہایت مضبوط سند کے ساتھ مروی ہے اور روایت کرنے والے عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ جیسے صحابی اور محمد بن حنفیہ جیسے عالم اور تابعی سے مباحثہ اور تکرار کے درمیان نقل کر رہے ہیں اس لئے یہ صرف کسی تاریخی روایت کا انکار نہیں ہے؛ بلکہ صحیح الاسناد اور احکام ثابت کرنے والی حدیثی روایت کا انکار کرنا ہے اور یہ وہ دروازہ کھولنا ہے کہ جس کے کھل جانے کے بعد شریعت کے کسی بھی ثابت شدہ حکم کو جھٹلانے کے لئے اجازت فراہم کرنا آسان بنا دے گا، اس لئے اس روایت کی صحت کے بعد اس پر غور وفکر سے کام لینے کی ضرورت ہے، اس لئے راویوں پر کلام فرداً فرداً گذر چکا ہے کہ سب ثقہ ہیں اور روایت متصل الاسناد اور صحیح ہے، اب آپ عبداللہ بن مطیع صحابی اور محمد بن حنفیہ کی گفتگو جس کو علامہ اعظمی علیہ الرحمہ شرعی جرح کا نام دے رہے ہیں اس پر غور فرمائیے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ علیہ الرحمہ نے اپنی گفتگو میں پہلی جرح یہ فرمائی ہے کہ یزید

شراب پیتا ہے تو کیا اس نے تم کو اس بات کی اطلاع دی ہے؟ اگر اطلاع دی ہے تو تم اس کے شریک بزم اور حریف بادہ ہو، میں مولانا اعظمی مرحوم یا ان کی جگہ کوئی دوسرا عالم بھی جو ان کی قائم مقامی کرتا ہو اس سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جرح شرعی کہلانے کے لائق ہے؟ کیا شراب پینے والا کسی کو اپنے پینے کی اطلاع دینے کی وجہ سے جس کو مطلع کرے گا وہ شخص شریعت کے نزدیک شریک بزم اور حریف بادہ ٹھہرے گا، اگر کوئی شرابی اقراراً کسی کو اطلاع دے اور کسی کے سامنے شراب خوری کی اطلاع اور اقرار کرے تو سب مطلع ہونے والے افراد اس شرابی کے شریک بادہ اور شرعاً مجرم ٹھہریں گے؟ کیا یہی جرح مولانا اعظمیؒ کے نزدیک شرعی جرح ہے؟ کیا یہی محمد بن الحنفیہ جیسے عالم ربانی کا مسلک تھا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کو شرعی جرح کہنا نہ صرف حضرت محمد بن حنفیہ کو شریعت سے جاہل قرار دینا ہے بلکہ خود بھی شریعت سے جاہل بننا ہے، شراب خور کی اطلاع دینے پر جس کو مطلع کیا گیا ہے وہ نہ شریک بزم بنتا ہے نہ حریف بادہ قرار پاتا ہے۔

پھر اگر محمد بن حنفیہ کی گفتگو میں دوسری بات بھی بطور جرح دیکھی جائے تو ''**الا من شهد بالحق وهم يعلمون**'' ہے اور یہ قرآنی آیت بھی بے دیکھے شہادت کا انکار کرنے کی دلیل نہیں بنتی ہے بلکہ بے علم کے شہادت دینے کا انکار کرتی ہے، اور یہی آیت کا مفاد بھی ہے اور غور کیجئے کہ محمد بن حنفیہ کے کلام میں علم تحقیقی کو شہادت کی شرط تسلیم کر لیا گیا ہے۔

اور دیکھنا شرط نہیں مانا گیا اس لئے آیت مذکورہ کو دیکھنے کے لئے شرط شہادت قرار دینا محمد بن حنفیہ کی بات نہ سمجھنے کے مرادف ہے، اس لئے یہ بھی کوئی شرعی جرح قرار نہیں دی جاسکتی ہے اور خود عبداللہ بن مطیع نے یہ تشریح کر دی ہے کہ ہمارے نزدیک وہ یعنی یزید کا شراب پینا حق ہے اگر چہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی جرح کا خلاصہ:

اس لئے محمد بن حنفیہ کی گفتگو میں صرف ایک جرح باقی رہ جاتی ہے کہ وہ یزید کے پاس خود گئے تھے لیکن ایسا کچھ دیکھا نہیں ہے جو عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے بتایا اس کا ایک

جواب تو خود عبداللہ بن مطیع نے دیدیا ہے کہ یہ سب کچھ ریاکاری اور تصنع کی وجہ سے تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ پہلے گئے تھے، وہ موجودہ حالت کے بارے میں نہیں بتا رہے اور عبداللہ بن مطیع ابھی ان کے بعد گئے ہیں، اس لئے ان کا بیان موجودہ حالت کے متعلق ہے، دونوں کے جانے کے درمیان تقریباً ایک سال کا وقفہ ہے، ایک سال پہلے کوئی شخص نہ پیتا ہو اور ایک سال بعد پینے لگا ہو یا پہلے چھپ چھپا کر پیتا ہو اور ایک سال بعد کھلم کھلا اعلانیہ پینے لگا ہو، اس لئے عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کے بیان میں نہ کوئی تضاد واختلاف ہے، نہ کسی ناممکن بات کا بیان ہے بلکہ دونوں صحیح ہیں اور کسی پر کوئی جرح ماننے کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو مولانا اعظمی کا علمی کمال ہی ماننا پڑے گا کہ انہوں نے ایک صحیح روایت کو جھٹلانے کے لئے روایت پر جرح کر ڈالی ہے، اس جگہ قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ وہ یہ اعتراض نہ کریں کہ محدث اور محقق اعظمی علیہ الرحمہ پر روایت کو جھٹلانے کا الزام درست نہیں کیونکہ اس روایت پر تبصرہ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

واعتزل الناسَ عليّ بن الحسين زين العابدين وكذلك عبد الله بن عمر بن الخطاب لم يخلعا يزيد ولا أحد من بيت ابن عمر قد سئل محمد ابن الحنفية في ذالك فأمتنع أشد الامتناع وناظرهم وجادلهم في يزيد، ورد عليهم ما اتهموا يزيد به من شربه الخمر وتركه بعض الصلوات كما سيأتي مبسوطاً في ترجمة يزيد قريباً إن شاء الله. (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۰۸)

اور لوگوں سے الگ رہے امام زین العابدین بن علی بن حسین اور اسی طرح الگ رہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی اور نہ ابن عمر کے گھر والے نے اور محمد بن حنفیہ سے بیعت توڑنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ شدت سے انکار کرتے رہے اور انہوں نے

بیعت توڑنے والوں سے مناظرہ مجادلہ بھی کیا اور انہوں نے اس بات کا رد بھی
کیا کہ وہ شراب پیتا ہے یا بعض نمازیں ترک کردیتا ہے جیسا کہ یہ بات شرح
وبسط کے ساتھ یزید کے ترجمہ میں عنقریب آئے گی۔

جواباً عرض یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے خیال میں محمد بن حنفیہ نے یزید کی بیعت توڑنے سے شدت سے انکار کیا اور نقض بیعت سے بالکل باز رہے اور جنہوں نے یزید پر نماز چھوڑنے اور شراب پینے کی بات کہی، انہوں نے اس کا رد کیا اور جنہوں نے بیعت توڑنے کے لئے زور دیا ان سے مناظرہ مجادلہ بھی کیا۔

یعنی ان کی بات کی تردید کی اور ان کو جواب دیا آپ اس جگہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ بھی تو وہی کہہ رہے ہیں جو ابن کثیر علیہ الرحمہ کہتے ہیں، تو میں عرض کروں گا کہ بات کا رد کرنا اور ہے اور جواب دینا اور بات ہے، اس کی وجہ اپنے ذاتی سابقہ علم کی مخالفت بھی بن سکتی ہے اور محمد بن حنفیہ نے اپنے سابقہ علم کو بیعت توڑنے والے حضرات کے سامنے بطور دلیل پیش بھی فرمایا ہے لیکن محمد بن حنفیہ عبداللہ بن مطیع رحمۃ اللہ علیہ کا جھوٹ یا ان کی کذب بیانی کو اپنی دلیل کہیں نہیں بنایا ہے، اس کو بطور دلیل کہیں نہیں پیش فرمایا ہے، اس کے برخلاف مولانا اعظمیؒ نے عبداللہ مطیع کو محمد بن حنفیہ سے بطور دلیل غلط بیان کرنے والا اور محمد بن حنفیہ کو عبداللہ بن مطیع کی تکذیب کرنے والا بنادیا ہے اور یہ بھی لکھ مارا کہ:

اوپر تفصیل کے ساتھ ثابت کیا جاچکا ہے کہ یزید کی زندگی میں سوائے اس وفد
کے جو مدینے سے شام گیا تھا کسی نے بھی یزید کی شراب خواری وغیرہ کا کبھی
کوئی ذکر نہیں کیا اور اس وفد کے بیان کی بھی خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے
بھائی محمد بن حنفیہ نے تکذیب کردی ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۷)

مجھے نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کو عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید کئی دیگر صحابہؓ کے بارے میں محمد بن حنفیہ کی طرف تکذیب کی نسبت کرتے ہوئے جرأت کیسے ہوئی اور صحابہؓ کی طرف غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کا الزام

رکھتے وقت مولانا اعظمی کی غیرت ایمانی اور عقیدت صحابہؓ کا جذبہ کہاں چلا گیا تھا، اگر اس واقعہ میں صرف عبداللہ بن مطیع ایک ہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو کہا جاسکتا تھا وہ صحابی نہیں تھے لیکن اگر صحابی ہونے سے ان کے انکار بھی کردیا جاتا ہے تو بھی بالاتفاق وہ ایک تابعی اور ثقہ راوی تو ہیں ہی پھر جھوٹ بولنے والا شخص جس کی محمد بن حنفیہ جیسا عالم ربانی تکذیب کرتا ہو وہ کسی طرح بھی مسلم شریف جیسی کتاب میں راوی بننے کا اہل باقی رہ جائے گا؟ جبکہ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ مسلم شریف کے راویوں میں بالاتفاق شامل ہیں اور اس موقع پر ان کے ساتھ صحابہ میں بھی متعدد صحابہ موجود ہیں اور وہ سب بھی اس غلط بیانی اور کذب بیانی میں شریک ہیں؟ مولانا اعظمیؒ نے جرأت اور بے باکی کے ساتھ تکذب کرڈالی اور محمد بن حنفیہ کے سر اس تکذیب کو ڈالدیا ہے اور صرف جواب دینے اور رد کرنے پر اکتفا کیوں نہیں کیا جیسا کہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے انہیں باتوں پر اکتفا کیا ہے۔

اس لئے مولانا اعظمی اور حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ میں بڑا فرق ہے، حضرت زین العابدین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت توڑنے کا انکار کر کے اعتزال اور سب سے الگ تھلگ رہنے پر اکتفاء فرمایا، نہ بیعت توڑنے والوں سے الجھے نہ یزید کی حمایت میں شریک جنگ ہوئے، نہ اس کے شام سے آئے ہوئے لشکر میں شریک ہوئے نہ خلیفہ وقت یزید کی حمایت میں جنگ کے اندر شریک ہوئے؛ بلکہ ایک طرف کنارے ہوگئے حالانکہ انہوں نے یزید کی طرف منسوب کئے گئے شراب نوشی اور ترک نماز وغیرہ کا الزام صرف جھوٹ وخالص الزام وتہمت سمجھا ہوتا تو ان کی ذمہ داری تو صرف علیحدہ ہوجانے اور ایک طرف کنارے ہوجانے سے وہ شرعی ذمہ داری سے بری نہ ہوجاتے پھر حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پر غور فرمایئے وہ محمد بن حنفیہ کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہیں:

ناظرهم وجادلهم وردّهم في يزيد وردّ عليهم ما اتهموا يزيد به.

محمد بن حنفیہ نے ان سے مناظرانہ گفتگو فرمائی بلکہ ان سے جدال (یعنی کٹ حجتی
بھی کیا) اور انہوں نے یزید پر جو تہمت رکھی تھی اس کی تردید فرمائی۔

صرف مناظرہ اور تردید کے لفظ سے دھوکہ لگ سکتا تھا اس لئے ابن کثیر علیہ الرحمہ نے
جادلہم کا اضافہ فرمادیا تاکہ قارئین کو معلوم ہوجائے کہ یہ گفتگو نہ تھی اور محمد بن حنفیہ بہت
بڑے عالم ربانی ہیں، مگر علم وفضل میں عبداللہ بن مطیع سے زیادہ بھی نہ تھے، وہ ایک صحابی
تھے اور عمر میں بھی محمد بن حنفیہ سے بڑے تھے اور علم وفضل میں بھی محمد بن حنفیہ سے زیادہ تھے
اس لئے حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے دونوں کی بحث وگفتگو پڑھنے کے بعد فیصلہ عبداللہ بن
مطیع رضی اللہ عنہ کے حق میں دیا اور یزید کا شراب پینا ثابت مانا اور تنقید کو صحیح تسلیم کیا اور
مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے فیصلہ محمد بن حنفیہ کے حق میں دیا اور یزید کے
شراب پینے کو صحیح نہیں مانا، اس لئے ابن کثیر علیہ الرحمہ اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مرحوم
میں واضح اور کھلا ہوا فرق ہے، دونوں کو ابن کثیرؒ کی طرح ایک نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

یزید کے شرابی ہونے کے بارے میں ابن کثیرؒ کا موقف:

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کا فیصلہ سنئے، وہ یزید کی شراب نوشی کو کس طرح تسلیم
کرتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے:

**قلت: يزيد بن معاوية اكثر ما نُقِمَ عليه في عمله شرب الخمر
وإتيان بعض الفواحش.** (البدایہ والنہایہ ج۸ص۳۲۷)

یزید بن معاویہ کے کردار میں جو سب سے زیادہ مکروہ بات سمجھی گئی ہے وہ اس کا
شراب پینا اور بعض فحش کا ارتکاب کرنا ہے۔

دیکھئے حافظ ابن کثیر نے بلاکسی تذبذب اور تردد کے یزید کی شراب نوشی کو قبول کرلیا
ہے اور فیصلہ عبداللہ ابن مطیع صحابیؓ کے حق میں دیا ہے، محمد بن حنفیہ سے عبداللہ بن مطیعؓ کی
علمی برتری مذکورہ بالا گفتگو اور مناظرہ میں ابن کثیر کے نزدیک واضح ہے، اگر مزید ان کا علمی
تفوق اور ان کا صحابی ہونا آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو درجہ ذیل واقعہ اور ابن حجر عسقلانی
علیہ الرحمہ کا بیان پڑھئے۔ (بخاری جلد دوم ص۷۴۲ پر ہے)

عن علقمة قال: كنا بحمص فقرأ ابن مسعود سورة يوسف

**فقال رجل: ما هكذا انزلت: قال: قرأت على رسول الله صلى
الله عليه وسلم، فقال: احسنت ووجد منه ريح الخمر فقال:
أتجمع أن تكذب بكتاب الله وتشرب الخمر؟ فضربه الحد.**

(بخاری جلد دوم ص۷۴۲)

علقمہ بن قیس نخعی سے روایت ہے کہ ہم لوگ حمص میں تھے اور عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف کی تلاوت فرمائی اس پر کسی شخص نے کہا اس طرح
یہ سورت نازل نہیں کی گئی تو عبداللہ بن مسعود نے اس شخص سے شراب کی مہک
محسوس کی اور فرمایا تو اللہ کی کتاب کو جھٹلاتا ہے اور شراب نوشی بھی جمع کرتا ہے
پھر اس پر حد خمر جاری فرمائی۔

شرب خمر پر حد کے وجوب کے لیے شرائط وشواہد کا بیان:

دیکھئے حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے صرف شراب کی مہک پر حد خمر
جاری فرمادی جبکہ شراب پینے کے دیکھنے والے گواہوں کو طلب نہیں فرمایا، شارحین اس
حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں: ممکن ہے اس شرابی نے پینے کا اعتراف واقرار کرلیا ہو، اس
لئے اس پر حد جاری کردی گئی، میں کہتا ہوں کسی صحیح السند روایت سے نہ اس کا اقرار
واعتراف ثابت کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ بات ثابت کیا جانا آسان ہے لیکن اگر ثابت بھی
ہوجائے تو یہ بات حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہوگی، صرف شراب نوشی اور فسق کے
لئے اس کی ضرورت ہرگز نہیں، اس کے فسق کا ثبوت یا اس کے شراب نوش ہونے کے لئے
عینی شاہد یا دو گواہوں کا پیش کرنا ہرگز ہرگز ضروری نہیں ہے، صرف اتنی بات کا ثبوت ایک
گواہ یا اس کے منہ سے شراب کی مہک کا پایا جانا بھی کردے گا صرف اتنی بات کے لئے
شراب کی مہک کا پانا کافی ہے، عینی شاہد کا ہونا ضروری نہیں، بنابریں حضرت عبداللہ بن مطیعؓ
کا صاف صاف یہ کہنا کہ ہم نے اگرچہ پیتے دیکھا نہیں ہے مگر یزید کے شراب پینے کا علم
ہمارے پاس تحقیقی ہے، یہ بات حضرت عبداللہ بن مطیع کو شہادت کا حق دیتی ہے اور اس

سے انکار کسی بھی قرآنی آیت کے خلاف نہیں ہے اور نہ یہ انکار قرآنی آیت سے ثابت ہے بنابریں عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کی ہی بات بالکل درست ہے اور صحیح ہے اور محمد بن حنفیہ اس شہادت کا انکار قرآن سے ثابت کرنے میں اس گفتگو میں بری طرح ناکام رہے ہیں صرف مہک ملنا بھی شراب نوشی ثابت کر دیتا ہے، یہی بات بخاری کی روایت میں عبداللہ ابن مسعود سے ہے اور اس روایت کی تشریح میں شارحین بخاری بھی فرما رہے ہیں، علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں: اقرار اور شہادت ثابت کرنے میں مجھے کلام ہے، ان کے الفاظ ہیں:

فيه نظر لان المنقول عن ابن مسعود انه كان يرى وجوب الحد بـمُجرّد وجود الرائحة ...... وقد قال مالک واصحابه وجماعة من اهل الحجاز. (عمدۃ القاری جلد ۲۰ ص ۲۶)

امام مالک اور نیز اہل حجاز کی ایک جماعت صرف شراب کی مہک پائے جانے پر حد واجب کرنے کی قائل ہے پس عبداللہ بن مطیع اور دیگر یزیدی بیعت توڑنے والے ساتھی اہل حجاز ہیں اور اہل حجاز کی ایک جماعت امام مالکؒ سمیت شراب کی مہک ملنے پر حد واجب کرتی ہے، فسق یزید بھی ان کے نزدیک ثابت ہوگا، اس لئے اس موقع پر چشم دید گواہوں کا مطالبہ کرنا صحابہ کو حنفی مسلک کا پابند بنانا ہے جو ایک طرح کی جہالت اور ظالمانہ کارروائی سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہاں سے عبداللہ بن مطیع کا محمد بن حنفیہ پر علمی تفوق اور برتری بالکل واضح ہوگئی اور تمام اشکالات رفع ہوگئے اور بالا جماع یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وجوب حد اور ثبوت فسق دو الگ الگ چیزیں ہیں اور بات وجوب حد کے لئے کافی نہ ہو تو وہ ثبوت فسق کے لئے کافی ہوسکتی ہے چونکہ یزید پر وجوب کی حد کی کوئی صورت موجود نہیں تھی وہ خود خلیفۂ وقت تھا اور اس کے عمال سب کے سب اس کے ماتحت اور مجبور تھے تو صرف ثبوت فسق کے لئے جو کچھ ہوسکتا تھا عبداللہ ابن مطیع اور ان کے ساتھیوں نے اسی پر اکتفا کیا اس لئے یزید کے فاسق ہونے میں شریک وفد جو لوگ بھی شام گئے تھے اسی پر سب نے متفق اللسان ہو کر

یزید کو شرابی اور فاسق قرار دیا اس میں شرکاء وفد کے درمیان مجھے کوئی اختلاف تلاش کے باوجود نہیں مل سکا اگر کوئی صاحب اس وفد میں کوئی اختلاف دیکھا سکتے ہوں تو دکھا دیں مہربانی ہوگی، یہ پہلے حوالہ کے ساتھ بتا چکا ہوں کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک یزید کا شراب پینا مسلم ہے اور اس میں کوئی شبہ تک ظاہر نہیں کرتے ہیں۔

فسق یزید پر مزید دلائل وشواہد:

مزید سنئے! ابن کثیر فرماتے ہیں:

وكان فيه ايضاً إقبال على الشهوات وترک بعض الصلوات فی بعض الأوقات. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۵)

اور یزید بن معاویہ میں خواہشات پر اقدام کرنے اور کبھی کبھی بعض نماز کے ترک کر دینے کا عیب بھی تھا۔

یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ نماز کا ترک کرنا مستقل فسق کی ایک دلیل ہے اور یہ بھی ابن کثیر یزید میں تسلیم کر رہے ہیں، اس لئے وہ صاف کھل کر یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں اس لئے حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

بل قد كان فاسقاً والفاسق لا يجوز خلعه لأجل ما يثور بسبب ذالک من الفتنة ووقوع الهَرُج كما وقع زمن الحرّة.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۸)

بلکہ وہ یزید فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اس کے سبب سے فتنہ ابھر جاتا ہے اور قتل وخون ریزی ہوتی ہے جیسا کہ واقعہ حرہ کے زمانے میں ہو چکا ہے۔

گذر چکا ہے کہ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کا مناظرہ ومجادلہ اور ساری بحث وگفتگو ابوالحسن مدائنی کے حوالہ سے سند کے ساتھ حافظ ابن کثیر کی طرح حافظ ذہبی نے اپنی دو دو کتابوں میں ذکر کیا ہے، اس لئے وہ بھی یزید کے نشہ باز اور فاسق ہونے کو بہت

کھلے الفاظ میں تصریح فرماتے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۹ پر لکھتے ہیں:

قلت: كان قويا شجاعًا ذا رأى وحزم وفطنة وفصاحة، وله شعر جيّد، وكان ناصبيًّا فظّا غليظًا جلفًا يتناول المسكر ويفعل المنكر افتتح دولته بمقتل الشهيد الحسين واختتمها بواقعة الحرّة فمقته الناس. (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۹)

میں کہتا ہوں کہ یزید بہادر مضبوط صاحب رائے سمجھدار اور فصاحت والا تھا اس کے عمدہ اشعار بھی ہیں لیکن اکھڑ سخت مزاج نشہ خور اور غلط کار اور ناصبی تھا، اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسین شہید کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ پر کیا اس لئے لوگوں نے اسے ناپسند کرلیا۔

علامہ ذہبی دوسری کتاب میں بھی کھل کر واضح الفاظ میں یزید کو شرابی لکھتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۵ پر لکھتے ہیں:

قلت: ولمّا فعل يزيد بأهل المدينة ما فعل، وقتل الحسين وإخوانه وآله، وشرب يزيد الخمر وإرتكب اشياء منكرة، بغَضَهُ الناس وخرج عليه غير واحد، ولم يبارك الله فى عمره. (تاریخ الإسلام ج ۲ ص ۳۷۵)

میں (ذہبی) کہتا ہوں جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ غلط کام کیا اور حضرت حسینؓ ان کے بھائیوں اور اولاد کے ساتھ قتل کا معاملہ کرلیا، شراب نوشی بھی کی اور ناجائز کام کئے تو وہ لوگوں کے دلوں میں مبغوض ہوگیا اور کئی لوگوں نے اس سے بغاوت کی اور خدا نے اس کی عمر بے برکت کرڈالی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا موقف

چونکہ علامہ ذہبی علیہ الرحمہ نے حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کی کتاب منہاج السنۃ جو ایک شیعہ عالم کی کتاب منہاج الکرامہ کے جواب میں لکھی تھی، اس کا خلاصہ "المنتقی" کے نام سے

لکھا ہے اور علامہ ذہبی کی المنتقی شائع ہوچکی ہے، اس لئے ذہبی کی المنتقی کی عبارت کو ابن تیمیہ کی طرف لوگ منسوب کردیتے ہیں، اس لئے علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں مغالطہ ہوجاتا ہے، حالانکہ ابن تیمیہ کی کتاب جوابی کتاب ہے اور اس میں کچھ بے اعتدالیاں بھی ہوگئی ہیں، علامہ سبکیؒ، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عبدالحیؒ فرنگی محلی وغیرہم نے بعض مقامات سے ابن تیمیہ کے اتفاق نہیں فرمایا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، علامہ ذہبیؒ کا مسلک بالکل واضح ہے، وہ یزید کی شراب نوشی اور اس کے فسق کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ ابن تیمیہ کی منہاج السنہ کی تلخیص میں اپنا یہ موقف باقی رکھیں گے اور ابن تیمیہ کے لئے اپنا موقف چھوڑ دیں گے؟ یا ابن تیمیہ سے متأثر ہوکر اپنا مسلک تبدیل کردیں گے؟ تو اس کی وضاحت ضرور کریں گے کہ: میں یزید کو شرابی یا فاسق نہیں مانتا ہوں کیونکہ ابن تیمیہ کے دلائل بہت مضبوط ہیں اور میں اس کا قائل ہوں، یہاں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی میں یزید کے فاسق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے علامہ ابن تیمیہ (۱) بھی یزید کو فاسق ہی مانتے ہیں لیکن ان کی بعض عبارتوں سے لوگ مغالطہ دیکر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کو فاسق نہیں کہتے ہیں، اس لئے تھوڑی وضاحت کی ضرورت پیش آگئی، حالانکہ صحیح روایت کی موجودگی میں کسی بڑے سے بڑے عالم اور محقق کی قطعاً ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ان کا خیال اور موقف معلوم کیا جائے، لیکن کسی کے لئے غلط فہمی پیدا کرنے کا موقع باقی نہ رہے، اس لئے ابن تیمیہ کے نزدیک یزید کی حیثیت کیا ہے واضح کردینا مناسب سمجھتا ہوں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ خود منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۴۶ پر لکھتے ہیں:

الناس فى يزيد طرفان ووسط.

لوگ یزید کے معاملہ میں دو کنارے پر ہیں اور ایک درمیانی متوسط لوگ ہیں۔

---

(۱) **فصار عسكره فى المدينة النبوية ثلاثا يقتلون وينهبون ويفتضون الخروج المحرّمة ...... وتوفى يزيد يحاصرون مكة هذمن العذ وان والظلم الذى فعل مأمره**

مجموع الفتاوی ج ۳ ص ۴۱۲

پھر بتاتے ہیں دو غالی باطل اور غلط کنارے والوں کا یہ کہنا ہے:

قوم يعتقدون انه من الصحابة او من الخلفاء الراشدين المهديين او من الانبياء وهذا كله باطل، وقوم يعتقدون انه كافر منافق فى الباطن ...... وكلا القولين باطل يعلم بطلانه كل عاقل.

(منہاج السنۃ ج۲ص ۲۴۶و۲۴۷)

اور ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ یزید صحابہ میں سے ہے یا خلفائے راشدین مہدیین یا وہ انبیاء میں ہے حالانکہ یہ سب باتیں باطل ہیں اور ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ اندر سے منافق اور کافر تھا، یہ دونوں قول باطل ہے، اس کا بطلان ہر عقل والے کے نزدیک معلوم ومسلم ہے۔

اس مقام پر علامہ ابن تیمیہؒ نے پوری صراحت کے ساتھ جن دو باطل اور غالی کنارے والے غیر متوسط غیر معتدل فرقوں کو شمار کرایا ہے، ان میں وہ فرقہ ہے جو یزید کو خلیفہ راشد یا صحابی یا نبی مانتا ہے اور دوسرا باطل فرقہ اور غیر معتدل وہ ہے جو یزید کو کافر یا منافق مانتا ہے، اس تقسیم سے واضح ہوگیا کہ جو نہ کافر یا منافق مانتا ہے اور نہ ہی خلیفۂ راشد اور نبی مانتا ہے؛ بلکہ صرف فاسق اور گنہگار مانتا ہے وہ فرقہ علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک معتدل اور متوسط اور اہل حق کا فرقہ ہے، باطل فرقہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ (۲) حافظ ابن تیمیہ نے پھر یزید پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان القول فى لعنة يزيد كالقول فى لعنة أمثاله من الملوك الخلفاء وغيرهم، ويزيد خير من غيره، خير من المختار بن ابى عبيد الثقفى امير العراق الذى أظهر الانتقام من قتلة الحسين فان

(۲) منهاج السنة ج۲ ص ۲۵۱ ومع هذا فيقال غاية يزيد وامثاله من الملوك ان يكون فساقا اس کے معنی مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۶۲ پر بدل دیا ہے، ''ہیں'' کی جگہ ''ہوں'' کرکے شبہ پیدا کر دیا ہے۔

هذا ادعى أن جبرئيل يأتيه وخير من الحجاج بن يوسف فإنه أظلم من يزيد باتفاق الناس ومع هذا فيقال. (منہاج السنہ ج۲ص۲۵۱)

یزید پر لعنت کا معاملہ اس جیسے دیگر بادشاہوں اور خلفاء وغیرہ پر لعنت کے قول جیسا معاملہ ہے اور یزید تو دوسروں سے بہتر تھا، امیر عراق مختار بن ابی عبید ثقفی جو اپنے اوپر وحی آنے کا مدعی تھا، اس سے بہتر تھا؛ حالانکہ وہ حضرت حسینؓ کا بدلہ لینے کا اظہار کرتا تھا اور حجاج بن یوسف سے بھی بالاتفاق یزید بہتر تھا کیونکہ وہ تو ان سب کے باوجود یزید سے بڑا ظالم تھا۔

اس عبارت میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے کتنی صاف صاف بات کہی ہے کہ یزید اس مختار بن ابی عبید ثقفی سے بہتر تھا، جو اپنے اوپر وحی آنے کا مدعی تھا، اسی طرح یزید حجاج بن یوسف ثقفی سے بڑا ظالم نہیں تھا؛ بلکہ یزید اس سے بہتر اور کم درجے کا ظالم تھا، اس جگہ یزید کے بارے میں ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے کتنا کھل کر اقرار کیا ہے کہ حجاج بن یوسف یزید کے مقابلہ میں بڑا ظالم تھا، کیا کوئی عربی سمجھنے والا اس حقیقت کا انکار کرسکتا ہے کہ ابن تیمیہؒ نے یزید کو ظالم نہیں تسلیم کیا ہے، ابن تیمیہؒ کی مذکورہ بالا عبارت کو بار بار غور سے پڑھئے اور یزید کے ظالم ہونے کا اقرار واعتراف دیکھئے، ابن تیمیہؒ کیسا صاف یزید کے ظالم ہونے کی تصریح فرمارہے ہیں، اب آگے علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے یزید کے فاسق ہونے کی صریح وضاحت اور اقرار واعتراف کو پڑھئے:

مع هذا فيقال: غاية يزيد وامثاله من الملوك أن يكونوا فساقًا فلعنة الفاسق المعين ليست مأمورا بها. (منہاج السنۃ ج۲ص۲۵۱)

''ان سب باتوں کے باوجود یہی کہا جائے گا کہ یزید اور اس طرح کے دیگر بادشاہ زیادہ سے زیادہ فاسق ہیں؛ لیکن کسی فاسق پر لعنت کرنے کی اجازت شرعاً نہیں ہے''۔

اس عبارت میں بھی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے کھلے دل کے ساتھ اور بلا کسی

تذبذب وتردد کے یزید کو فاسقین میں داخل کیا ہے، جس میں کوئی ابہام کی ادنیٰ گنجائش باقی نہیں ہے؛ بلکہ علامہ ابن تیمیہؒ یزید کو کس قدر غلط اور ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں کہ اس سے روایت ہو جائے تو اس کو بھی کسی حال میں قبول کرنے کو تیار نہیں؛ کیونکہ وہ بدکردار ہے نہ ثقہ ہے نہ اس کی عدالت قبول ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ، امام احمدؒ ابن حنبل سے یزید کے متعلق نقل کرتے ہیں:

واما ما فعله باهل الحره فإنهم لما خلعوه وأخرجوا نُوَّابَه وعشيرتَه أرسل إليهم مرة بعد مرةٍ يطلب الطاعة فامتنعوا، فأرسل إليهم مسلم بن عقبة المري وأمره إذا ظهر عليهم أن يبيح المدينة ثلاثة أيام، وهذا هو الذى عظَّم إنكارَ الناس له من فعل يزيد، ولهذا قيل لأحمد: تكتب الحديث عن يزيد، قال: لا ولا كرامة، أَوَلیس هو الذى فعل بأهل المدينة ما فعل.

(منہاج السنۃ ج۲ص۲۵۳)

''یزید نے جو کچھ حرہ والوں کے ساتھ کیا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب اہل حرہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور یزید کی گورنروں اور اس کے خاندان والوں کو مدینے سے باہر کر دیا اور یزید کے بار بار اپنی اطاعت کا مطالبہ کرنے کے باوجود وہ لوگ اس سے باز رہے تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب وہ ان پر غلبہ حاصل کر لیں تو تین دن تک مدینہ کو حلال کر دے اور یہی وہ جرم ہے جس کی وجہ سے یزید پر لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہو گیا اور اسی لئے جب امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ یزید کی حدیث کو قبول کریں گے تو انہوں نے

؎ یہ مختار ثقفی اور حجاج بن یوسف سے موازنہ ومقابلہ کر کے یزید کو ان سے بہتر بتانا خود اس کی واضح دلیل ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک بھی یزید فاسق ہے کیونکہ موازنہ فاسق کا فاسق سے ہی ہوگا، صالحین واتقیا سے اس کا موازنہ نہیں کیا جائے گا، تو ان سے بدتر بتایا جائے گا، بہتر نہیں۔

کہا: نہیں، اس کے لیے کوئی احترام نہیں ہے، کیا وہی یزید نہیں ہے جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا''۔

اتنی درازنفسی اور ابن تیمیہؒ کی طویل عبارت نقل کرنے کے بعد بالکل کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی کہ اس مسئلہ پر مزید کوئی گفتگو کی جائے، یزید کے حق میں لکھنے والے محققین کی بے جا حمایتوں اور مغالطہ آمیز تحریروں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی عبارت کو یزید کے فسق کے انکار کے لئے دلیل کے طور پر نقل فرمایا گیا ہے، حالاں کہ میری رائے میں یہ علامہ ابن تیمیہؒ پر بہت بڑا الزام ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے موقف کی مزید وضاحت کی جائے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے موقف کی مزید وضاحت:

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ ج۲ص۲۵۲ پر لکھتے ہیں، ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

فالذى يجوز لعنة يزيد وأمثاله يحتاج الى شيئين: إلى ثبوت أنه كان من الفساق الظالمين الذين تباح لعنتهم، وأنه بات مصراً على ذلك، والثانى أن لعنة المعيَّن من هؤلاء جائزة والمنازع يطعن فى المقدمتين لاسيما الاولى. (منہاج السنۃ ج۲ص۲۵۲)

''جو لوگ یزید اور اس طرح کے دیگر اشخاص پر لعنت کو جائز سمجھتے ہیں، انہیں دو باتوں کی ضرورت ہے، ایک تو یہ کہ وہ اس بات کا ثبوت دیں کہ یزید ان فاسقوں ظالموں میں سے ہے جن پر لعنت جائز ہے اور اس کی موت بھی اسی حالت فسق میں ہوئی، اور دوسرا ثبوت اس بات کا دے کہ ایسے لوگوں میں سے کسی متعین شخص پر لعنت جائز ہے، حالاں کہ اس موضوع پر اختلاف کرنے والے دونوں مقدمہ کے اثبات میں، بالخصوص پہلے مقدمہ میں ناکام رہے ہیں''۔

مولانا اعظمیؒ کی علمی خیانت کا واضح ثبوت:

اس جگہ یزید کے بے جا حمایت میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے بھی بری

طرح ٹھوکر کھائی ہے یا عالمانہ مغالطہ دیا ہے، فرماتے ہیں:

''پس جو شخص یزید اور اس کے امثال پر لعنت کو جائز قرار دے، اس پر لازم ہے کہ اس کا فسق اور ظلم ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ معین فاسق پر لعنت جائز ہے پھر یہ ثابت کرے کہ یزید اپنے فسق وفجور سے بے توبہ کئے مرا تھا، شیخ الاسلام کے الفاظ یہ ہیں:

''والذی یلعن یزید ونحوہ یحتاج الی ثبوت أنه فاسق ظالم ولم یتب مما اجترم (منتقی ص۲۹۰، تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۶۳)

اس جگہ مولانا محدث محقق حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ جو الفاظ آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی طرف منسوب فرمائے ہیں اور ان کے الفاظ بتائے ہیں وہ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں؛ کیونکہ حوالہ میں آپ نے بھی منتقی کا نام لکھا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ منتقی ابن تیمیہؒ کی نہیں، علامہ ذہبیؒ کی ہے، لہٰذا آپ کے نقل کردہ الفاظ ذہبیؒ کے ہوئے، ابن تیمیہؒ کے نہ ہوئے، ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے الفاظ ان کی کتاب منہاج السنۃ سے میں نے نقل کردیئے ہیں اور آپ نے جو اردو ترجمہ فرمایا ہے، اس کے ابتدائی جملہ کا ترجمہ ابن تیمیہ کی عبارت کا ہے، ذہبی کے الفاظ کا نہیں ہے، ذہبیؒ کی عبارت میں اور ابن تیمیہؒ کی عبارت میں فرق ہے پھر ابن تیمیہ یا ذہبی تو یزید پر لعنت جائز رکھنے والوں سے دلیل اور اس کے دونوں مقدموں کی صحت کا مطالبہ کررہے ہیں، ہم تو لعنت کے جواز کے مدعی نہیں ہیں، ہم سے اس کا مطالبہ ہی نہ ہوگا، ہم تو صرف یزید کے فسق کے مدعی ہیں اور یزید کا ظلم پہلے ہی ابن تیمیہ خود تسلیم کرچکے ہیں اور جو ظالم ہو خاص موقع پر فاسق بھی ہے، اس لئے ابن تیمیہؒ یا کسی کا بھی یہ مطالبہ اصول مناظرہ اور بحث کے بالکل خلاف اور غلط ہے، فسق کے مدعی سے جواز لعنت کے مدعی کا مطالبہ، یہ بحث ومناظرہ کی کس اصول سے درست ہے؟

دوسری بات مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ یا دیگر کسی یزید کے حمایتیوں کی خدمت میں

عرض ہے کہ اگر فاسق کی دلیل ہی چاہئے تو امام احمد ابن حنبلؒ وہ بھی بتاچکے ہیں کہ جو کچھ واقعہ حرہ کے موقع پر یزید نے اپنے حکم سے کیا کرایا، وہ اس کے فاسق ہونے کی دلیل کے لئے کافی ہے، اب فسق کی دلیل مانگنا عقل وفہم کو منہ چڑانا ہے یا خالص جہالت وجنون ہے اور اس موقع پر اہل علم حضرات سے غور کرنے کی گزارش کروں گا کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے الفاظ میں یزید کو اس فاسقوں کی فہرست سے نکالا ہے جس پر لعنت مباح ہو، صرف فاسق کی فہرست سے نہیں نکالا ہے؛ لیکن حافظ ذہبیؒ کی تلخیص ''منتقی'' کی عبارت میں یزید کو فاسق ہونے کی فہرست سے باہر کردیا گیا ہے، اہل علم حضرات ابن تیمیہؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں کی عبارتوں کو بغور ملاکر دیکھ لیں، فرق دونوں میں بالکل واضح ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے الفاظ یہ ہیں:

ثبوت أنه كان من الفساق الظالمين الذين تباح لعنتهم.

(منہاج السنۃ ج۲ص۲۵۲)

اس بات کا ثبوت کہ وہ ایسے ظالموں فاسقوں میں سے ہے جن پر لعنت جائز ہے۔

اور علامہ ذہبیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

ثبوت أنه فاسق ظالم. المنتقی ص۲۹۰۔ (از تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۶۳)

اس کا ثبوت کہ وہ فاسق وظالم ہے۔

فاسق موصول بصفت خاص یعنی فاسق مقید اور فاسق مطلق کے درمیان ایک طالب علم بھی فرق سمجھتا ہے، کیا علامہ اعظمی علیہ الرحمہ جیسا زبردست عالم نہیں سمجھ سکا، ہمارا خیال ہے، سمجھتے سب ہیں لیکن یزید کی حمایت نے علم والوں کو بھی اندھا بناڈالا ہے، وہ اپنی انا اور علمی برتری کے زعم میں یہ ساری غلطیاں دانستہ اور عمداً کرگئے ہیں، یہ کسی غلط فہمی اور سہو کا نتیجہ نہیں ہے۔

اس لئے ابن تیمیہؒ کو یزید کے فسق کا انکار کرنے والوں میں شمار کرنے والوں کو اپنے فیصلے سے رجوع کرنے کی ضرورت ہے اور ابن تیمیہ کے سر الزام رکھنے اور تہمت لگانے سے باز رہتے ہوئے اپنا فیصلہ بدلنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کے صحابی یا تابعی ہونے پر دلائل وشواہد:

قارئین کرام! یزید کی شراب نوشی اور فسق کی گفتگو پڑھتے پڑھتے آپ بھی اکتا گئے ہوں گے، تھوڑا ذائقہ بدلنے کے لئے اب یہ پڑھیں کہ میں نے تھوڑی گفتگو درمیان کلام میں حضرت عبداللہ بن مطیع صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کی تھی کہ ان کو صحابی ماننے تو پھر کچھ قیل وقال کی ضرورت ہی نہیں، اور بصورت دیگر ثقہ تابعی تو ہیں ہی۔

واضح رہے کہ تابعی والی بات مرجوح (۱) قول کی بنیاد پر کہی گئی ہے، ورنہ حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ بقول راجح صحابی ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کو اصابہ ج۳ص۶۵ میں صحابی تسلیم کیا ہے، ان کی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت تو نہیں ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کا نام رکھا ہے اور ان کی تحنیک فرمائی ہے یہ بات سند جید کے ساتھ ثابت ہے، ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فأُتـي بـه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فحنَّكه بتمرة، وسماه عبد اللّٰه ودعا له بالبركة، إسناده جيد. (الاصابہ ج۳ص۶۵ القسم الثانی)

ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ان کی تحنیک ایک کھجور سے کرائی اور ان کا نام عبداللہ رکھا اور ان کو برکت کی دعا دی، اس کی سند مضبوط ہے۔

اور ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قـال الـزبيـر بن بكار حدثني عمي قال كان ابن مطيع من رجال قـريـش شجاعة ونجدة وجلداً فلمّا انهزم أهل الحرّة قتل عبيد اللّٰه بن طلحة وفرّ عبد اللّٰه بن مطيع فنجا؛ حتى توارى في بيت

(۱) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: فمن أين يعلم الأنسان أنَّ يزيد أو غيره من الظلمة لم يتب من هذه أو لم تكن له حسنات ماحية تمحو ظلمه، ولم يُبْتَلَ بمصائب تكفر عنه، وإن اللّٰه لا يغفر له ذلك. منہاج السنۃ ج۲ص۲۵۲۔

امـرأة من حيث لا يشعر به أحد، فلمّا هجم أهل الشام على المدينة في بيوتهم، ونهبوهم، دخل رجل من أهل الشام دار المـرأة التى توارى فيها ابن مطيع، فرأى المرأة فأعجبته، فواثبها فامتنعت منه، فصرعها فاطلع ابن مطيع على ذالك، فدخل فخلصها منه وقتل الشامي، فقالت له المرأة: بأبى انت وأمي! من انت؟ ثم سكن عبد اللّٰه بن مطيع مكة.

(الاصابہ ج۳ص۶۵ القسم الثانی)

زبیر بن بکار کہتے ہیں میرے چچا نے مجھے بتایا کہ عبداللہ بن مطیع قریش کے مردوں میں بہادر مضبوط اور جواں مرد تھے، جب اہل حرۃ کی شکست ہوگئی اور عبید اللہ بن طلحہ قتل ہوگئے تو حضرت عبداللہ بن مطیعؓ نے بھاگ کر اپنی جان بچائی، وہ ایک عورت کے گھر میں چپکے سے چھپ گئے، کسی کو بھی پتہ نہیں چل سکا، جب مدینہ پر شام والوں نے ہلہ بولا اور ان کے گھروں کو لوٹنا شروع کیا تو ایک شامی شخص عبداللہ بن مطیع جس عورت کے گھر چھپے تھے اسی میں گھس گیا، وہ عورت اس شخص کو پسند آ گئی، وہ شامی اس عورت پر کود پڑا، عورت اس سے بچنے کی ہر طرح کوشش کرنے لگی، اس شامی مرد نے عورت کو پچھاڑ دیا، عبداللہ بن مطیع نے دیکھا تو جا کر اس شامی سے عورت کو چھڑایا اور شامی کو قتل کر دیا، اس پر عورت نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کون ہیں؟ پھر عبد اللہ بن مطیع مکہ میں سکونت پذیر ہوگئے"۔

حافظ ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ جلد۳ صفحہ۴۱۲ میں لکھتے ہیں:

(۱) مولانا سراج الحق مچھلی شہری کے نہایت دل خراش اور بعض صحابہ پر بدتمیزی بھرے یہ الفاظ سنئے، وہ لکھتے ہیں: رہ گیا عبداللہ بن مطیع وہ صحابی نہ تھا، ابن سبا کا ایجنٹ تھا، اس کا نام لینا فضول ہے۔ سیرت حضرت علاء زین العابدین ص۱۳۲۔

فإن اهل المدينة النبوية نقضوا بيعته، واخرجوا نُوّابه وأهله فبعث إليهم جيشًا، وأمره اذا لم يطيعوه بعد ثلاث أن يدخلها بالسيف ويبيحَهَا ثلاثا، فصار عسكره فى المدينة النبوية ثلاثا يقتلون وينهبون ويفتضُّون الفروج المحرمة ثم ارسل جيشًا إلى مكة المشرفة، فحاصروا مكة وتوفى يزيد، وهم محاصرون مكة، وهذا من العدوان والظلم الذى فُعِلَ بأمره. ولهذا كان الذى عليه معتقد أهل السنة وأئمة الأمة أنه لا يُسَبُّ ولا يُحَبُّ.

(مجموع الفتاوی جلد۳ص۴۱۲)

مدینے والوں نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر اور خاندان کے لوگوں کو مدینے سے نکال دیا تو اس نے مدینے والوں کے پاس فوج بھیجی اور اس کو حکم دیا کہ اگر تین دن میں اطاعت نہ کریں تو مدینے میں زبردستی داخل ہوجائیں اور مدینے کو تین دن تک حلال کردیں، چنانچہ اس کی فوج تین دن تک مدینے میں لوٹ مار، قتل وغارت گری کرتی رہی اور عورتوں کی عصمت دری کرتی رہی پھر اس نے فوج کو مکہ کی طرف بھیج دیا جس نے مکہ کا محاصرہ کرلیا وہ مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ یزید کا انتقال ہوگیا، یہ وہ سرکشی اور ظلم ہے جو یزید کے حکم سے کیا گیا، اس لئے امت کے ائمہ اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ یزید کو نہ گالی دی جائے نہ محبت کی جائے''۔

اور حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی اپنی سند کے ساتھ دلائل النبوۃ ج۶ ص۴۱۸ میں نقل فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل اخبرنا عبد الله بن جعفر حدثنا يعقوب سفيان حدثنا يوسف بن موسى حدثنا حرير عن مغيرة قال: أَنْهَبَ مُسْرِفُ بنُ عُقْبَةَ المدينة ثلاثة ايام، فزعم المغيرة

أنه افتضَّ فيها الف عذراء. (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص۴۱۸)

ہم کو ابوالحسین بن فضل نے خبر دی ان کو عبداللہ بن جعفر نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے حدیث یعقوب بن سفیان نے بیان کی، ان سے یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی اور ان کو عبداللہ بن جریر نے خبر دی اور وہ مغیرہ بن مقسم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: مسرف بن عقبہ نے تین دنوں تک مدینہ میں لوٹ کھسوٹ مچائی، مزید کہا: واقعۂ حرہ میں ایک ہزار کنواری عورتوں سے بدکاری کی گئی۔

(۱)......ابوالحسین محمد بن الحسین الفضل القطان متوفی ۴۱۵ھ ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام ج۹ص۴۰۶)

(۲)......عبداللہ بن جعفر بن درستویہ النحوی متوفی ۳۴۷ھ ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام ج۸ص۳۱۸)

(۳)......یعقوب بن سفیان حافظ اور ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب ج۶ص۲۴۳)

(۴)......یوسف بن موسیٰ متوفی ۲۵۳ھ سچے اور ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۶ص۲۶۸)

(۵)......جریر بن عبدالحمید ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۱ص۳۶۹)

(۶) مغیرہ بن المقسم متوفی ۱۳۶ھ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۵ص۵۱۶)

اور حافظ ابن کثیر مدائنی سے نقل کرتے ہیں:

قال المدائنى عن ابى قرّة قال قال هشام بن حسان: ولدت الف امرأة من اهل المدينة بعد وقعة الحرة من غير زوج. (البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۱۱)

مدائنی قرہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ ان کو ہشام بن حسان نے بتایا کہ مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے واقعہ حرہ کے بعد بغیر شوہر کے بچہ جنا۔

(۱)......ابوقرۃ لعلہ موسیٰ بن طارق الیمانی الزبیدی ثقہ۔

(تہذیب التہذیب ج۵ص۵۶۷)

(۲) ہشام بن حسان الفردوسی المتوفی ۱۴۸ھ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۵و۲۶)

مدینے میں یزید کے خلاف بیعت توڑ کر جرم کرنے والوں کے ساتھ قتل وقتال اور ایک ہزار عورتوں کے ساتھ حرام کاری اور زنا کا جواز کس نے فراہم کیا اور کس کے حکم سے ہوا؟ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ہی اس کا جواب دیں گے۔

مولانا لکھتے ہیں:

''اسی واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے کہ قتل حسینؓ کے علاوہ اور جو مظالم یزید کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں وہ بھی اس کے عمال کے کرتوت ہیں جن سے یزید خود راضی نہیں تھا''۔ (تبصرہ برشہید کربلا و یزید ص۴۴)

لیکن ان کے نامور محقق حافظ ابن کثیرؒ کیا فرماتے ہیں، پڑھیئے اور علامہ ابن تیمیہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سب یزید کے حکم سے ہوا ہے، صرف عامل نے اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے اپنے الفاظ ہیں:

''وقد كان فى قتال اهل الحرة كفاية ولكنه تجاوز الحد بإباحة المدينة ثلاثة ايام فوقع بسبب ذالك شر عظيم كما قدّمنا.

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۲۸)

حرہ والوں سے قتال کرنا ہی کافی تھا لیکن وہ تین دن کے لئے مدینہ کو حلال کرکے حد سے آگے بڑھ گیا جس کی وجہ سے بہت بڑا شر پھیلا جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کرچکے ہیں''۔

یزید کی چیرہ دستی سے انسانیت شرمسار:

واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے صحابہ اور ان کے اہل خانہ بھی بڑی تعداد میں شریک تھے صرف تابعین ہی نہیں تھے، ظاہر ہے ان بدکاریوں کا شکار ہونے والی عورتوں میں خاصی تعداد صحابیاتؓ کی بھی رہی ہوگی، زنا کاری کا شکار ہونے والی ان ہزار عورتوں کے بارے میں کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ ایک بھی صحابیہ نہ ہوں گی، یہ سب صحابہؓ کے قتل کرنے

والے شامی یزیدی لشکر نے مدینے اور ان صحابیوں کے گھروں کو خوب لوٹا قتل کیا اور ان کی عورتوں کے ساتھ حرام کاری کی، یہ کارروائی تین دن تک ہوتی رہی اور یزید کے حکم سے ہوتی رہی پھر بھی حامئی یزید ہمارے مہربان محقق کے خیال میں یزید فاسق نہیں ہوا؛ جبکہ علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن کثیر علیہما الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ سب یزید ہی کے حکم اور مرضی سے ہوا تھا، اسی نے تین دن کے لئے مدینے میں یہ سب حلال کردیا تھا۔

أباح المدينة ثلاثة ايام.

اور علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کی عبارت میں۔

اذا ظهر عليهم ان يبيح المدينة ثلاثة ايام. جب ان پر غلبہ ہوجائے تو مدینہ تین دن کے لئے مباح کردینا۔

میرے علم کے مطابق اس اباحت کا ترجمہ حلال قرار دینا اور جائز بنادینا غلط نہیں ہے۔

اب قارئین کرام بتائیں گے کہ زنا، غارت گری اور قتل جیسے حرام کام کو حلال قرار دینے سے کوئی صرف فاسق ہوتا ہے کہ نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی تاویل نہ کی جائے تو تحلیل حرام کے جرم میں آدمی شرعاً کافر بھی ہوگا، صرف فاسق نہ ہوگا، اس لئے ابن کثیر نے بہت بچانے کی کوشش کی ہے، پھر بھی بتادیا کہ باغی ہونے اور امام وقت کی اطاعت سے سرکشی کرنے کی بنیاد پر قتل کرنا تو جائز ہوسکتا ہے مگر اس کے بعد حرام کاری زنا اور لوٹ کو جائز بتاکر یزید نے شریعت کی تمام حدود کو پار کردیا تھا، ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پر غور فرمایئے۔

لكنه تجاوز الحد بإباحة المدينة ثلاثة ايام. لیکن وہ یزید مدینے کو تین دن کے لئے حلال کرکے حد سے تجاوز کرگیا۔

یہ بات کہ یزید کے حکم سے یہ ساری کارروائیاں ہوئی تھیں، صرف علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن کثیرؒ ہی کا بیان نہیں ہے؛ بلکہ تمام اہل علم مؤرخین محدثین جنہوں نے بھی اس واقعہ کی تفصیل بیان کی، سب کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ ایسا ہوا تھا اور یزید کے حکم سے ہوا تھا؛ لیکن یزید کی حمایت میں لکھنے والوں کے نزدیک ان سب کے باوجود یزید فاسق

نہیں ہے اور یزید کے فسق کی کوئی دلیل صحیح نہیں مل پا رہی ہے، کسی نے خوب کہا ہے ۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا

کار طفلاں تمام خواہد شد

اسی واقعہ میں تمام بچے کھچے بیعت رضوان والے صحابہؓ ختم ہو چکے تھے، یہ بات تو بخاری میں ہی موجود ہے۔ دیکھئے:

ثم وقعت الفتنة الثانية يعنى الحره فلم تبق من اصحاب الحديبية احدًا. (بخاری ج۲ص۵۷۳)

پھر دوسرا فتنہ واقعہ ہوا، یعنی واقعہ حرہ ہوا تو اس نے حدیبیہ والے کسی صحابی کو باقی نہ چھوڑا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس فتنہ یعنی واقعہ حرہ کی تفصیل تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لما أوقع القتال مسلم بن عقبة وقتل سبع مائة من وجوه الناس من المهاجرين والانصار .... القصة فى ذالک طويلة بسطناها فى تاريخنا الكبير. (دیکھئے: عمدۃ القاری ج۱۷ص۱۷۱۔)

مہاجرین وانصار میں سے سات سو سربرآوردہ لوگ قتل کر دیئے گئے اور یہ قصہ بہت لمبا ہے، جس کو ہم نے تاریخ کبیر میں تفصیل سے لکھا ہے۔

اور محدث ذہبی اپنی تاریخ الاسلام ج۲ص۳۷۴ میں لکھتے ہیں:

قالوا ودخلوا المدينة ونهبوا وافسدوا واستحلوا الحرمة، قال خليفة: فجميع من اصيب من قريش والانصار يوم الحره ثلاث مائة وستة رجال ثم سرد اسمائهم فى ستة اوراق قال وكانت الواقعة بثلاث بقين من ذى الحجة. (تاریخ الاسلام للذہبی ج۲ص۳۷۴)

بہت سارے لوگوں نے بتایا ہے کہ یزیدی فوج مدینہ میں داخل ہوئی تو لوٹ مار کیا اور فساد مچایا اور عورتوں کی حرمت کو حلال کر ڈالا (مؤرخ خلیفہ بن خیاط

کہتے ہیں:) قریش وانصار کے واقعہ حرہ میں کل مرد افراد تین سو چھ مصیبت کا شکار ہوئے، اس کے بعد خلیفہ بن خیاط نے ایک ایک کر کے چھ ورق میں نام شمار کرائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب ماہ ذی الحجہ سے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔

محدث بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ بھی لکھتے ہیں:

الاصح انها كانت فى سنة ثلاث وستين. (عمدۃ القاری ج۱۷۱)

اصح یہ ہے کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا۔

محدث بیہقی بھی یہی تاریخ بتاتے ہیں فرماتے ہیں:

كانت وقعة الحرة يوم الاربعاء فى ثلاث بقين من ذى الحجة ثلاث وستين. (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص۴۱۸)

واقعہ حرہ منگل کے روز ہوا، جبکہ ذی الحجہ میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے ۶۳ھ میں۔

محدث بیہقی نام بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

قُتل يوم الحرة عبد اللّٰه بن زيد المازنى ومعقل بن سنان الاشجعى وقتل معاذ بن الحارث القارى وقتل عبد اللّٰه بن حنظلة بن ابى عامر. (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص۴۱۸)

یوم حرہ میں عبداللہ بن زید المازنی قتل کئے گئے اور معقل بن سنان اشجعی اور معاذ بن حارث القاری قتل کئے گئے اور عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر قتل کئے گئے۔

یہ چار کے چار صحابی تھے، سب کے سب یزید کی بیعت توڑ چکے تھے، لڑائی میں شریک ہوئے اور یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے، ان میں عبداللہ بن زید مازنی بیعت رضوان میں شریک اور واقعہ حرہ میں شہید ہوئے، ان کا ذکر بخاری جلد اول ص۴۱۵ اور جلد ثانی ص۵۹۹ پر موجود ہے۔

یزیدی فوج بہت بڑی تعداد میں مدینہ بھیجی گئی تھی، علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ بحوالہ مدائنی لکھتے ہیں:

قال المدائنی: کان فی سبعة وعشرین الفًا: اثنی عشر الف فارس وخمسة عشر الف راجل، وکانوا نزلوا شرقی المدینة فی الحرّة وهی ارض ذات حجارة سود. (عمدۃ القاری ج۷ اص۱۷۱)

مدائنی نے کہا ہے کہ یزیدی لشکر ستائیس ہزار تھا جس میں بارہ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادہ تھے جو مدینہ کے مشرقی حصہ حرہ میں ٹھرے تھے، اور یہ حرہ سیاہ پتھریلی زمین کا نام ہے۔

اسی واقعہ حرہ کے سلسلے میں حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ جو مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے نزدیک بھی بے نظیر محقق ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ثم اباح مسلم بن عقبة الذی یقول فیه السلف مسرِف بن عقبة قبحه اللّٰه من شیخ سوء، ما اجهله۔ المدینة ثلاثة کما امره یزید ۔ لاجزاه اللّٰه خیرا۔ وقتل خلقا من اشرافها وقرّائها وانتهب اموالاً کثیرة منها ووقع شر عظیم وفساد عریضٍ علی ما ذکره غیر واحد. (البدایہ والنہایہ ج۸ص۳۱۰)

مسلم بن عقبہ جس کو سلف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں، اللہ اس کا برا کرے، بہت برا بوڑھا اور کتنا بڑا جاہل تھا، یزید کے حکم سے مدینہ کو تین دن حلال کرڈالا، اللہ یزید کا اچھا نہ کرے، اور وہاں کے اشراف اور قاریوں کو قتل کیا اور بہت سارے اموال لوٹ لئے اور عظیم شر برپا کرڈالا اور فساد عظیم بھی برپا کیا جیسا کہ بہت سے لوگوں نے اس بات کو بیان کیا ہے۔

ایک بار مزید حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی سنئے:

وقد أخطأ یزید خطأ فاحشا فی قوله مسلم بن عقبة ان یبیح

المدینة ثلاثة ایام ...... وقد تقدم انه قتل الحسین واصحابه علی یدی عبد اللّٰه بن زیاد، وقد وقع فی هذه الثلاثة ایام من المفاسد العظیمة فی المدینة النبویة ما لا یُحَدُّ ولا یُوصَف مما لا یعلمه الا اللّٰه عز وجل. (البدایہ والنہایہ ج۸ص۳۱۳)

اور یزید نے بہت کھلی ہوئی غلطی کی تھی جب اس نے مسلم بن عقبہ کو کہا تھا کہ وہ تین دن مدینہ کو حلال کردے اور گذر چکا اس نے عبداللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اور ان دنوں میں جب مدینہ کو حلال کیا گیا مدینہ نبویہ میں بہت سے مفاسد ہوئے جن کی نہ کوئی حد ہے اور نہ اللہ کے سوا کوئی جانتا ہے۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ یہ ساری باتیں آپ کو واقعہ حرہ کے تحت بتاتے ہیں لیکن انہوں نے یزید کے ساتھ **لاجزاه اللّٰه** لکھا اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی یزید کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ یا رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا فتوی دیتے ہیں، دونوں موقف میں کتنا فرق ہے، آپ خود محسوس کیجئے، اسی طرح مسلم بن عقبہ جو یزیدی فوج کا کمانڈر تھا اس کو ابن کثیر علیہ الرحمہ ''کتنا برا بوڑھا اور کتنا بڑا جاہل، اللہ اس کا برا کرے'' جیسے الفاظ لکھتے ہیں، اور مزید کہتے ہیں کہ اسلاف تو اس کا نام ہی مسلم کے بجائے مسرف رکھتے تھے، مجھے نہیں معلوم کہ یزید کے حمایتی حضرات اس کا اعزاز والقاب کیا رکھتے ہیں لیکن آپ کو اس جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ مدینہ میں یزید کے مخالفین صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ساتھ جو لوٹ مار مچائی گئی اور جوان عورتوں کے ساتھ حرام کاری اور زنا کا بازار گرم ہوا، یہ سب صرف یزیدی فوج اور کمانڈر کے کرتوت ہرگز نہیں ہیں؛ بلکہ اس کے لئے یزید نے اپنی فوج اور کمانڈر کو اس کی اجازت ہی نہیں اس کے لئے تاکیدی حکم دے رکھا تھا اور اس بات کی ابن کثیر علیہ الرحمہ تنہا نہیں خبر دے رہے؛ بلکہ ''غیر واحد'' سے یہ بات ابن کثیر تک پہونچی ہے، اس لئے بحکم یزید یا بہ اجازت یزید مدینہ کے یہ صحابہ و تابعین قتل کئے گئے ہیں، بات اگر یہیں تک ہوتی تو تاویل کرسکتے تھے کہ خلیفہ وقت اور

واجب الاطاعت امام کے خلاف خروج اور بغاوت کرنے والوں کے ساتھ قتل وقتال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے لیکن یہ بھی یادرکھنا اس جگہ ضروری ہے کہ قاتلین اور یزیدی فوج میں ایک شخص بھی صحابی نہیں اور مقابلہ میں قتل کئے جانے والے سب نہیں تو کم از کم خاصی تعداد صحابہ کرام کی ہے اور یہ شرعی مسئلہ علم میں ہوگا ہی، اور اگر نہیں تو اب تازہ کرلینا چاہئے کہ غیر صحابی کا کسی بھی صحابی کو قتل کرنا معصیت اور گناہ کبیرہ ہے، عالمان شریعت نے مسئلہ یہی بتایا ہے، علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

قتل الحسين معصية لله ورسوله ممن قتله أوأعان على قتله أو رضى بذلك. (منهاج السنة ج۲ ص۲۴۷)

حضرت حسین کا قتل کرنا اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ہے، ان کے قتل کرنے والے کی طرف سے یا جس نے ان کے قتل میں اعانت کی یا اس سے راضی ہوا اس کی طرف سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ہوئی۔

اور علامہ ابن حجر مکی ہیثمی حافظ ابن صلاح علیہما الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

وقاتل الحسين لا يكفر بذلك وانما ارتكب اثماً عظيماً. الصواعق المحرقة. (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۵۸)

حضرت حسین کا قاتل قتل کی وجہ سے کافر نہ ہوگا بلکہ وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہوگا۔

ان دونوں عبارتوں میں نام تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لیا گیا ہے کیونکہ گفتگو کا تعلق ان کی ذات خاص ہے مگر مراد اس سے کوئی بھی صحابی ہے اس لئے کہ یہ نافرمانی اور معصیت کسی بھی صحابی کا قتل کرنے سے ہوگی جس کا تعلق خاص حضرت کی ذات سے نہیں ہے بلکہ شرف صحابیت (۱) سے ہے، بنابریں کہا جائے گا کہ جنگ حرہ میں شریک صحابۂ کرام کے قتل کرنے اور اس کا حکم دینے والے یزید کا فاسق ہونا بھی بالکل ظاہر ہے، یہ فسق تو کسی ایک صحابی کے قتل سے ثابت ہوجاتا ہے اور یہاں تو متعدد صحابہ کا قتل کیا گیا ہے، مگر ہمارے یزیدی حمایتی اہل علم کو ابھی یزید کے فاسق ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں مل سکی ہے، صرف تاریخی روایتوں اور سنی سنائی باتوں کو بے چارے کیسے مان لیں، بالخصوص محقق کبیر محدث

جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ تو ایسی لچر اور کمزور بات کو مان ہی نہیں سکتے ہیں جس کی رو سے یزید فاسق ہو چکا تھا۔

اگر جنگ صفین یا جنگ جمل کو نظیر بنا کر اعتراض کیا جائے کہ پھر تو ان دونوں جنگوں میں بھی مقتول صحابۂ کرام ہی ہیں اس لئے قاتلین کو فاسق کہئے تو جواباً عرض ہے کہ یہاں قاتلین میں کوئی غیر صحابی نہیں ہے، البتہ قاتلین جنگ حرہ میں کوئی بھی قاتل صحابی نہیں ہے اس لئے پوری یزیدی فوج مع کمانڈر و یزید کے سب فاسق ہو چکے ہیں اور ان کو کوئی بھی ارتکاب فسق کے کبیرہ گناہ سے نہیں بچا سکتا، زیادہ سے زیادہ وہی حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے بیان میں پناہ لینی پڑے گی کہ مقتول سارے کے سارے صحابہ خود باغی اور خلیفہ وقت سے بغاوت کرنے کے جرم میں مبتلا تھے، اس لئے ان کے قاتل فاسق نہ ہوئے ٹھیک ہے یہ تاویل ان کو فسق سے بچانے کے لئے کفایت کرسکتی ہے مگر جن کی حرمتیں لوٹی گئیں اور جن کے مال واسباب لوٹے گئے، ان کے بارے میں شرعاً کیا جواز ہے؟ وہ اور ان کے حمایتی اور اس عمل سے راضی رہنے والے یزید کے لئے فسق سے خلاصی کا کوئی راستہ پھر بھی نہیں نکل پاتا ہے اس لئے غور کیجئے کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور ان کی طرح دوسرے اہل علم یزید کے حمایتی حضرات کے لئے سوائے رجوع کرنے اور اپنے فیصلے بدلنے کے کوئی راستہ نہیں ہے، یہ تو ۶۳ھ کے بعد کا حکم ہوا اور اس سے پہلے حضرت حسینؓ اور ان کے اہل خانہ کی شہادت ۶۱ھ کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے اس وقت یزید کی شراب نوشی کا اعلانیہ علم بھی نہ تھا اور نہ ہی قتل کا حکم دینا یا راضی ہونا یزید سے ثابت ہے۔

مولانا اعظمیؒ کا بیان کردہ خلاصہ:

چنانچہ مولانا اعظمی لکھتے ہیں:

''یہ سارے بیانات بتاتے ہیں کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا نہ وہ یہ چاہتا تھا

(۱) مولانا سراج الحق مچھلی شہری لکھتے ہیں: صحابی کا قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے۔ (سیرت حضرت علی زین العابدین ص۸۵)

کہ ایسا ہو، نہ ہوجانے پر وہ خوش ہوا، ان تاریخی بیانات کے علاوہ محققین علمائے شریعت مثلاً
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہم کی تصریحات بھی موجود ہیں
کہ یزید کا یہ جرم کہ حضرت حسینؓ کو اس نے قتل کیا یا اس کا حکم دیا قطعاً ثابت نہیں ہے ابن
تیمیہ نے بصراحت لکھا ہے کہ **لكنه هو لم يأمر بقتله ولم يظهر الرضا به ولا
انتصر ممن قتله.** (منہاج السنۃ ج۴ ص۱۷۹)

اس سلسلہ میں بڑی سے بڑی بات جو جماعت محققین کے ایک فرد نے لکھا ہے وہ یہ
ہے کہ یزید نے نہ قتل حسین کا حکم دیا نہ ہوجانے پر اس کو یہ بات بری لگی مگر جس محقق نے یہ
بات لکھی ہے خود اسی نے متصلا یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہم نے پہلے یہ بھی بتادیا ہے کہ یزید نے
صاف صاف کہا کہ میں ہوتا تو یہ نہ کرتا اور اس نے سر مبارک لانے والوں کو کوئی انعام نہیں
دیا۔ (دیکھو ابن کثیر ج۸ ص۱۳۰)

بلکہ اس محقق نے جیسا کہ ابھی یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید نے ابن زیاد پر لعنت بھیجی نیز
اسی محقق نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید کا، مرنے سے پہلے آخری کلام یہ تھا۔

**اللهم (۱) لا تواخذني بمالم احبه وأرِدْه واحكم بيني وبين عبد
الله بن زياد.** (ابن کثیر ج۸ ص۲۳۶)

اے اللہ میں نے جس بات کو ناپسند کیا نہ اس کو چاہا تو اس کا مواخذہ مجھ سے نہ
کر اور میرے اور ابن زیادہ کے بیچ تو حکم بن اور فیصلہ کر۔

مولانا اعظمیؒ کے خلاصہ پر راقم کا تحقیقی جائزہ:

جواباً عرض ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے یزید کی موت کے وقت کا
جملہ جو نقل فرمایا ہے، کیا اس واقعہ کے لئے کوئی قابل اعتماد سند ذکر کی ہے یا صرف ابن کثیر
کی نقل اور تاریخی بے ثبوت ایک روایت کو دلیل بنادیا ہے، اگر کوئی قابل اعتماد سند ہے تو
پیش فرما کر اس سند کے راویوں کی حیثیت واضح فرمادیں اور اگر ابن کثیر جیسے محقق محدث

ومورخ نقل کردینا روایت کو مستند اور قابل اعتماد بنانے کے لئے کافی ہے تو ایسی سند کے
ساتھ تو ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے خود یہ بھی واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب لٹا ہوا قافلہ اہل بیت کوفہ
سے شام یزید کے پاس لایا گیا اور حضرت حسینؓ کی بہن فاطمہ بنت علیؓ جو کم عمر اور نہایت
خوبصورت تھیں، ان کو دیکھ کر ایک شامی شخص نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین اس لڑکی کو
مجھے ہبہ کردیجئے، اس کی اس بات پر وہ گھبرا کر کانپ اٹھیں، ان کا کہنا تھا کہ میں نے یہ سمجھا
یہ کام ان کے لئے جائز ہوگا، اس لئے اپنی بہن کے کپڑے سے لپٹ گئی، وہ مجھ سے بڑی
اور زیادہ عقل والی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا ان کے یہاں بھی ناجائز ہے، پس انہوں
نے اس شخص کو جواب دیا: واللہ تو جھوٹا اور لئیم شخص ہے، یہ کام نہ تیرے بس کا ہے نہ یزید کے
بس میں ہے، یہ سن کر یزید غصہ میں آگیا اور ان سے کہنے لگا تو غلط بولتی ہے، واللہ یہ کام
میرے بس میں ہے اگر میں چاہوں تو ایسا کرسکتا ہوں، اس پر زینب نے کہا ہرگز نہیں، اللہ
نے تمہارے لئے یہ جائز نہیں رکھا الا یہ کہ تم ہمارے دین سے نکل جاؤ اور کسی دین میں داخل
ہوجاؤ، اس پر یزید غضبناک ہوگیا اور جلدی بازی کرنے لگا اور بولا: مجھ سے تو اس طرح
مقابلہ کرتی ہے، دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکل چکا ہے، اس پر زینب نے کہا: میرے
والد اور بھائی کے دین اور نانا کے دین سے تو تم کو ہدایت کا راستہ ملا اور تمہارے باپ دادا کو
بھی ہدایت ملی، اس پر یزید نے جواب دیا: **كذبت يا عدوة الله** اے اللہ کی دشمن تو غلط
بولتی ہے اور اس پر زینب نے کہا، تو زبردستی بنا ہوا امیر المومنین ہے، ظلماً برا بھلا کہتا ہے اور
حکومت کے رعب سے قہر ڈھاتا ہے، حضرت فاطمہ کہتی ہیں، یزید شرما کر خاموش ہوگیا اور
پھر اس شامی شخص نے کہا: اے امیر المومنین! اس لڑکی کو مجھے ہبہ کردیجئے، اس پر یزید نے کہا
تم مجرد زندگی گذارو، اللہ تم کو فیصلہ کرنے والی موت دے گا۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۷۳و۲۷۴)

محقق ابن کثیر علیہ الرحمہ کی نقل کردہ حضرت زینب اور یزید کی مذکورہ بالا گفتگو پڑھئے
اور بار بار غور سے پڑھئے اور اس سے ان شامیوں اور خود یزید کی ذہنیت کا اندازہ لگایئے، وہ

(۱) یزید کے انتقال کے وقت یہ کلام ضعیف ہے، یزید سے نقل کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہے۔

خود کو خلیفہ برحق اور کربلا کی جنگ کے بارے میں اور لوٹے جانے والے قافلہ اہل بیت کی عورتوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا تھا اور اس طرح کی تاریخی روایتوں کو صحیح تسلیم کر کے کہا جائے کہ اس ذہنیت پر شرعی حکم سنائیے تو مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کی طرف سے اس کے سوا کیا جواب ہوگا کہ یہ سب تاریخی غیر مستند روایتیں ہیں، شرعی احکام میں ان کو قبول نہیں کیا جائے گا نہ اس پر اعتماد کیا جائے گا؛ حالانکہ انہیں کے محقق مورخ ابن کثیر علیہ الرحمہ کا بلا کسی تردد اور تذبذب کے نقل کیا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ یا امام غزالی یا ملا علی قاری یا کسی عالم اور محقق کی تحریر پیش کر دینے سے کوئی حقیقت نہیں بدل جاتی، بے سوچے سمجھے تحقیقی غور وفکر کئے بغیر ایسا کرنے کا حکم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے خود فیصلہ کر کے بتا دیا ہے۔

کسی عالم کا بیان اسی حد تک قابل قبول ہو سکتا ہے جب تک واقعات ومشاہدات اس کے مکذب نہ ہوں واقعات سے آنکھ بند کر کے کسی غیر معصوم کے قول کو واجب التسلیم سمجھنا اس کو معصوم سمجھنا ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید: ص ۷۸)

یہ ناصحانہ تجزیہ اور تبصرہ ہمارا نہیں خود مولانا اعظمی کا اپنا ہے، اس لئے بار بار اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے بالخصوص یزید کی حمایت کرتے وقت اس کو ہر وقت پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

کئی صفحات ہمارے بزرگ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے قتل حسینؓ سے یزید کی براءت ثابت کرنے میں صرف کر ڈالے ہیں اور اپنی کتاب میں بار بار زور دیکر یزید کے بے قصور ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے اور مسئلہ پر خوب زور شور سے تاریخی شہادت کو مضبوط اور نہایت قابل اعتماد بنانے کے لئے علامہ ابن تیمیہ امام غزالی ملا علی قاری اور حافظ ابن کثیر کو تو خاص طور پر ایک ہی صفحہ میں تین چار مرتبہ محقق کا خطاب عطا فرمایا ہے حالانکہ تاریخوں میں جہاں ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں جو یزید کو قتل حسینؓ سے بری کرتی ہیں وہاں تاریخوں میں ایسی شہادتیں بھی موجود ہیں جو اس کو ہی اصل مجرم اور قصوروار

ٹھہراتی ہیں اور بڑے بڑے محقق اکابر علماء نے اسی کو اختیار بھی کیا ہے، گذشتہ اوراق میں امام ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی سے صراحت گذر چکی ہے اور ان کی عبارتیں بھی نقل کی جا چکی ہیں۔

افتح دولته بمقتل الحسين الشهيد. (سیر اعلام النبلاء)

اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسینؓ کے قتل سے کیا۔

اور

قتل الحسين وإخوانه واله. (تاریخ الاسلام)

حضرت حسینؓ ان کے بھائیوں اور ان کے اولاد کو قتل کیا۔

اس جگہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا فیصلہ سنئے:

وكان منهمكا في لذاته، ومقته اهل الفضل بسبب قتله الحسين ثم بسبب وقعة الحره. (تعجیل المنفعۃ ص ۴۵۳ بتحقیق محمد عوامہ)

وہ اپنی لذتوں میں غرق رہتا تھا اہل کمال نے اس کو پسند نہیں کیا ہے، حضرت حسینؓ کے اس کے قتل کرنے کی وجہ سے پھر اس کے بعد واقعہ حرہ کی وجہ سے بھی۔

اور محقق ابن کثیر بھی لکھتے ہیں:

وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله بن زياد. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۳)

اور پہلے گذر چکا کہ یزید ہی نے حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو عبد اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا ہے۔

یہ تصریحات سب کی سب علمائے شریعت کی ہیں جو یزید کو قتل حسین سے بری ماننے سے روکنے کے لئے کافی ہیں اور تاریخی شہادت تو بالکل صاف اور اسی کے اصل مجرم ہونے کی بھی موجود ہے۔ علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا

ایک خط یزید کے خط کے جواب میں نقل فرمایا ہے اس کو پڑھئے۔ یزید کا خط اور حضرت عبد اللہ بن عباس کا جوابی خط نقل کرنے میں طوالت ہوگی، اس جگہ میں صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خط سے خاص خاص الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن کو دونوں کے خط دیکھنے کا شوق ہو وہ ابن اثیر کی تاریخ کامل کی طرف رجوع فرمائیں۔(۱)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ یزید کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

كيف وقد قتلت حسيناً وفتيان عبد المطلب مصابيح الهدى ونجومَ الاعلام، غادرتُهم خيولُك بأمرك في صعيد واحد، مُرَمَّلين بالدماء، مسلوبين بالعراء، مقتولين بالظماء، لا مكفنين الخ (الکامل فی التاریخ ج اول ص۶۴۲/۱۲۸۴ مطبوعہ بیت الافکار الدولیہ)

’’کس منہ سے تو یہ بات کر رہا ہے جب کہ تو نے ہی حضرت حسینؓ کو شہید کیا اور عبدالمطلب کے نوجوانوں کو بھی قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور رہنماؤں کے ستارے تھے، ان کو تیرے گھوڑوں نے تیرے حکم سے روند کر چھوڑا ایک زمین میں حالانکہ وہ خون سے لت پت چٹیل میدان میں، برہنہ حالت میں اور شدت پیاس سے مقتول پڑے تھے، ان کو کفن بھی نصیب نہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خط صرف تاریخی سند سے مروی نہیں ہوتا تو پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل یزید نے کرایا تھا کیونکہ **قد قتلت حسيناً وفتيان عبد المطلب** اور **بأمرك في صعيد واحد** کے الفاظ جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول الفاظ، بالکل قتل کی نسبت اور حکم دینے کو صاف صاف یزید کو مجرم بنانے کا تقاضا کرتی ہیں اور اس خط کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

(۱) یزید اور ابن عباس کے دونوں خطوط مجمع الزوائد ج۷ ص۲۵۰-۲۵۱ پر بحوالہ طبرانی منقول ہیں اور علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں: رواه الطبراني وفيه جماعة ثم اعرفهم (مجمع الزوائد ج۷ ص۲۵۲، الطبرانی المعجم الکبیر ج۱۰ ص۲۴۱ تا ۲۴۳۔

سے منسوب وثابت نہ ماننے کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں ہے، سوا اس کے کہ کہہ دیا جائے کہ یہ ایک تاریخی روایت ہے جس کی نہ کوئی قابل اعتماد سند ہے نہ اس سند کے رجال کا کوئی حال معلوم ہے، یہ بات ٹھیک ہے مگر میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کے یزید کو بری کرنے والے اس کے حمایتی جو یزید کو بالکل کلین چٹ دے رہے ہیں، ان کے پاس کوئی معتبر مستند اور صحیح روایت ہے؟ وہ بھی تو سامنے لائیں تا کہ سب پر غور کیا جائے یا صرف ان کے ہاتھ میں بھی اس سے زیادہ کمزور غیر معتمد صرف تاریخی روایت یا صرف چند علماء کے اقوال ہیں جن کو محقق محقق کہہ کر صرف رعب جما رہے ہیں اور حقیقت میں اس قول میں کوئی دم نہیں، محقق ابن کثیر نے یزید کا قتل حسینؓ سے بالکل بری ہونا تسلیم نہیں کیا ہے اور دونوں قسم کی روایتوں کو ذکر کیا، وہ بھی لکھتے ہیں:

ان يزيد فرح بقتل الحسين اول ما بلغه ثم ندم على ذلك.

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۲۷)

بیشک یزید خوش ہوا جب حضرت حسین کے قتل کی پہلی خبر پہونچی، اس کے بعد اس بات پر نادم ہوا۔

بلکہ جس روایت میں یزید کے عبداللہ بن زیاد سے ناخوش ہونے اور اس پر لعنت بھیجنے کا ذکر ہے، خاص اس روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

بل أبى عليه وقتله فبغضني بقتله الى المسلمين، وزرع لي في قلوبهم العداوة فأبغضني البَرُّ والفاجر بما استعظم الناس من قتلي حسيناً، مالي ولابن مرجانة، لعنه الله وغضب عليه.

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۲۷)

بلکہ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت حسین کی درخواست سے انکار کر دیا اور قتل کر ڈالا، ان کے قتل کی وجہ سے تمام مسلمانوں میں مجھ کو مبغوض بنایا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا، ہر نیک و بد نے مجھے

مبغوض بنایا اور میرے حضرت حسین کے قتل کرنے کو لوگوں نے بہت بڑی بات بنایا، اس لئے ابن مرجانہ یعنی عبید اللہ بن زیاد سے میرا کیا تعلق؟ اللہ اس پر لعنت کرے''۔

یہ یزید کا اپنا بیان ہے جس میں **من قتلی حسیناً** موجود ہے، اگر چہ اسی عبارت میں قتل کی نسبت اس سے پہلے عبداللہ بن زیاد کی طرف بھی کی ہے، بعد میں اس کی نسبت اپنی طرف بھی کرنی پڑی ہے؛ کیونکہ لوگ یہی مانتے جانتے تھے، اس بات کو بہت بڑی بات سے تصور کرتے تھے، کام نکل جانے اور قصہ تمام ہو جانے پر اب ہر ایک دوسرے پر الزام رکھتا اور لعنت اور ملامت کرتا تھا، خود عبید اللہ بن زیاد بھی بقول ابن کثیر علیہ الرحمہ یزید کو فاسق ہی کہتا اور سمجھتا تھا، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ بھلے ہی یزید کو فاسق کہنے میں شک اور تردد کا اظہار کرتے ہوں لیکن عبید اللہ بن زیاد کو اس میں کوئی تذبذب یا تردد بالکل نہ تھا، ابن کثیر علیہ الرحمہ تنہا نہیں بلکہ علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

وقد كان يزيد كتب الى عبيد الله بن زياد ان يسير الى ابن الزبير فيحاصره بمكة فأبى عليه وقال والله لا أجمعهما للفاسق أبدًا، اقتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم واغزو البيت الحرام؟ وقد كانت أمه مرجانه قالت له حين قتل الحسين: ويحك ماذا صنعت وما ذا ركبت، وعنَّفته تعنيفاً شديداً. (البدایہ والنہایہ ج٨ ص٣٠٩)

یزید بن معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا تھا کہ وہ عبد اللہ بن زبیر کی طرف نکلے مکہ میں ان کا محاصرہ کرے؛ لیکن اس نے یزید کا انکار کیا اور کہا: خدا کی قسم میں دونوں بات اس فاسق کے لئے جمع نہیں کروں گا، نبی کے نواسے کو قتل بھی کروں اور بیت اللہ پر فوج کشی بھی کروں؟ عبید اللہ بن زیاد کی ماں مرجانہ نے

(١) المعجم الکبیر للطبرانی ج١٠ ص٢٤٢۔

کہا جس وقت حضرت حسینؓ کو اس نے شہید کیا تھا: تیرا ناس ہو یہ تو نے کیا کیا اور کیسا کام کر ڈالا اور ماں نے بہت سخت سست اس کو کہا تھا۔

اور علامہ ابن اثیر کی تاریخ الکامل ج١ ص٦٢٣٧ قدیم نسخہ ج٤ ص١١٢۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی منقولہ بالا روایت سے صرف عبید اللہ بن زیاد کا یزید کو فاسق کہنا یا سمجھنا نہیں ثابت ہوا؛ بلکہ اس کے الفاظ **لا أجمعهما للفاسق ابداً، اقتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم واغزو البيت الحرام** سے صاف صاف یہ بھی ثابت ہوا کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بھی یزید کی مرضی اور حکم سے کیا تھا ورنہ فاسق کے لئے دونوں باتوں کے جمع کرنے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔

فسقِ یزید پر فرزندِ یزید کی شہادت:

اس گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے یہ بتادوں کہ یزید کے فاسق ہونے کی گواہی عبید اللہ بن زیاد نے تنہا نہیں دی ہے بلکہ تاریخوں میں خود یزید[1] معاویہؓ کی گواہی بھی پائی جاتی ہے علامہ ابن حجر ہیثمی مکی اپنی کتاب الصواعق المحرقہ ص٢٢٤ مطبوعہ استنبول میں ہے: معاویہ بن یزید نے جب اس کو یزید کے بعد ولایت اور حکومت سونپی گئی ممبر پر آ کر خطبہ دیا اور کہا یہ خلافت اللہ کی ایک رسی ہے میرے دادا معاویہؓ نے خلافت کے اہل حضرت علی بن ابی طالب سے جو میرے دادا سے زیادہ حق دار تھے، ان کے ساتھ نزاع کیا اور تمہارے ساتھ جو کچھ کیا تم کو معلوم ہے یہاں تک کہ ان کو موت آ گئی اور اپنی قبر میں اپنے ذنوب کے ساتھ مدفون ہو گئے پھر خلافت کا قلادہ میرے والد یزید کے گلے کا ہار بنا حالانکہ وہ اس خلافت کے اہل نہ تھے، انہوں نے رسول اللہؐ کے نواسے سے جھگڑا کیا اپنی عمر کو کھیل کود میں گزارا اور اپنی عاقبت کو برباد کر ڈالا پھر اس کے بعد رونے لگا اور کہا:

ان من اعظم الامور علينا علمنا بسوء مصرعه وبئس منقلبه، وقد قتل عترة رسول الله صلى الله عليه وسلم واباح الخمر وخرَّب الكعبة ولم اذق حلاوة الخلافة، فلا اتقلد مرارتها

[1] بلکہ تاریخوں میں خود یزید کے بیٹے معاویہ کی گواہی بھی پائی جاتی ہے۔

فشانكم امر كم. (الصواعق المحرقہ ص۲۲۴ طبع استنبول)

بڑی مصیبت ہم پر یہ ہے کہ ہم اس کے ٹھکانہ کی برائی اس کی بدانجامی کو جانتے ہیں،، اس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے[1] اور شراب کو مباح سمجھا اور کعبہ کی تخریب کی، میں نے خلافت کی حلاوت نہیں چکھی، اس لئے اس کی تلخی چکھنا نہیں چاہتا تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

اسی طرح کا مضمون حیاۃ الحیوان ج۱ ص۸۸، تاریخ دول الاسلام اور تاریخ خمیس وغیرہ کے حوالے سے سید لعل شاہ بخاری نے اپنی کتاب استخلاف یزید کے ص۴۱۲ و۴۱۳ پر بھی نقل فرمایا ہے، لہٰذا بغور مطالعہ فرمایئے مرض وفات سے صرف چالیس دن پہلے انتقال کے وقت معاویہ بن یزید نے یہ بیان دیا ہے اور بقول مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ۔

کیا کوئی مسلمان موت کے وقت جھوٹ بولے گا اور خدا کے پاس جاتے ہوئے جو عالم الغیب والشہادہ ہے اپنے باپ کے خلاف ہی گواہی دے گا، یہ تو گھر کی شہادت اور خود بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف ہے جہاں جھوٹ اور غلط بیانی کا ادنیٰ شبہ بھی نہیں، اس کے باوجود یزید کے حمایتیوں کو یزید کی شراب نوشی کے بارے میں کوئی تاریخی شہادت تک نہ ملی حالانکہ ابوالحسن مدائنی کے حوالہ سے صحیح سند کے ساتھ ایک روایت پہلے نقل کی جاچکی ہے وہ تنہا ثبوت کے لئے کافی ہے مگر اس کی تائید ضعیف روایتوں تاریخی شہادتوں کو پیش کر ہی دیا ہے، اب ایک دوسری صحیح سند والی روایت پیش کر رہا ہوں تا کہ یزیدی حمایت کے سرگرم اہل علم حضرات کو تسلیم کرنے میں بھی شک وشبہ باقی نہ رہ جائے، امام محدث بیہقی اپنی کتاب دلائل النبوہ کی چھٹی جلد میں پوری صحیح سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو الحسين بن الفضل اخبرنا عبد الله بن جعفر حدثنا يعقوب بن سفيان قال سمعت ابن عضير قال اخبرنا ابن فليج ان ابا عمرو بن حفص بن المغيرة وفد على يزيد، فأكرمه

(۱) یہ اقرار معاویہ بن یزید کو اپنے والد کے بارے میں ہے کہ اصل قاتل یزید ہے۔

وأحسن جائزته، فلما قدم المدينة قام الى جنب المنبر، وكان مرضيا صالحًا. فقال: الم أُحِبَّ أن أُكرم، والله لرأيت يزيد بن معاويه يترك الصلاة سكراً، فأجمع الناس على خُلعانه بالمدينة فخلعوه.

(دلائل النبوہ للبیہقی ج۶ ص۴۱۷ اور دلائل النبوہ کے محشی محقق سید محمد ابراہیم حاشیہ پر لکھتے ہیں ورواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ج۲۷ ص۱۸ من طریق عبداللہ بن جعفر بہ)

ہم کو ابوالحسن بن الفضل نے خبر دی ان کو عبداللہ بن جعفر نے بتایا ان کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں نے ابن عضیر سے سنا اور انہوں نے کہا کہ ابن فُلیح نے خبر دی کہ (عمرو بن حفص) بطور وفد یزید کے پاس بھیجے گئے تو یزید نے اکرام کیا اور اچھا انعام دیا لیکن جب وہ مدینہ لوٹ کر آئے تو ممبر کے قریب کھڑے ہوئے وہ نیک اور پسندیدہ شخص تھے انہوں نے کہا: میرا اکرام کیا گیا تو میں کیوں ناپسند کروں لیکن بخدا میں نے یزید بن معاویہ کو نشے میں دیکھا کہ اس نے نماز ترک کر دی پھر مدینہ والے اس کی بیعت توڑنے پر متفق ہو گئے اور لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔

اس روایت کے اندر امام بیہقی کے کل پانچ راوی ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)......ابوالحسین بن الفضل، ہو محمد ابن الحسین بن محمد بن الفضل القطان المتوفی ۴۱۵ھ: ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی ج۹ ص۴۵۱)

(۲)......عبداللہ بن جعفر درستویہ النحوی المتوفی ۳۴۷ھ: ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج۶ ص۳۱۸)

(۳)......یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی حافظ کبیر ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۴۳ اور تاریخ الاسلام ج۶ ص۵۱۲)

(۴)......ابن عفیر، ہوسعید بن کثیر بن عفیر نسب لجدہ، ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج۲ص۳۶۱)

(۵)......ابن فلیح، ہومحمد بن فلیح المتوفی ۱۹۷ھ ثقہ ہیں۔(تہذیب التہذیب ج۵ص۳۶۱)

(۶)......ابوعمرو، ہوابوعمرو بن حفص بن المغیرہ صحابی ہیں۔

تہذیب التہذیب ج۶ص۴۱۶ اور اصابہ ج۴ص۱۳۹ اور امام بیہقی نے خود سند میں ہی فرمادیا ہے **وکان مرضیا صالحًا.**

یہ سند بھی اعلی درجہ کی صحیح سند ہے اور امام بیہقی جیسے عظیم محدث اسی سند سے روایت نقل فرمارہے ہیں، یہ روایت بھی یزید کا شراب پینا اور نشہ کی حالت میں رہنا بتارہی ہے اور نماز چھوڑنا بھی فسق کی واضح دلیل ہے اور کوئی تاریخی روایت بھی نہیں ہے، اگر اب بھی یزید کا فاسق ہونا ثابت نہیں ہوا تو کیا ثبوت کے لئے وحی نازل ہوگی لیکن ہمارے مہربان یزیدی حمایتی حضرات اس کو اپنے علمی غرور اور تکبر کی وجہ سے نہ ماننے والے ہیں اور نہ مانیں گے۔

محدثین کرام جن کی نظریں وسیع ہیں، ان کے علم میں اس سلسلہ کی اور بھی روایت موجود ہیں اور اسماء الرجال کے اندر بھی یزید کی شراب نوشی کی مزید تصریحات موجود ہیں، ان سب کو مسترد اور رد کردیا جائے تو نہ اسماء الرجال کا کوئی اعتبار باقی رہے گا نہ علم حدیث اور سند کا ہی کوئی بھروسہ رہ جائے گا، ایسا دروازہ کھل جائے گا کہ دین بازیچہ اطفال ہوکر رہ جائے گا، حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اپنی اصابہ ج۳ص۳۷۴ القسم الثانی حضرت محمد بن ابی الجہم عدوی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ذکر الزبیر ان محمدا هذا شهد الحرة فقتله مسلم بن عقبه بعد ذالک صبرا، وکان قبل ذلک وفد علی یزید فاجازه فلما خرج اهل المدينة علی یزید،شهد محمد علیه أنه یشرب الخمر وغیر ذلک فقال له مسلم بن عقبة، والله لا یشهد شهادة زور بعدها فقتله، وکذا ذکر یعقوب بن سفیان فی

تاریخه عن ابراهیم بن المفدر عن محمد بن الضحاک بن ضحاک عن مالک وزاد وکانت الحرة سنة ثلاث وستین وقتل یومئذ من حملة القران سبع مائة نفس.

(اصابہ ج۳ص۳۷۴ القسم الثانی)

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے یہ محمد واقعہ حرہ میں شریک تھے اور واقعہ کے بعد مسلم بن عقبہ نے ان کو قید کرکے قتل کردیا، اس سے پہلے انہوں نے ایک بار یزید سے ملاقات کی تھی اور یزید نے ان کو انعام بھی دیا تھا لیکن محمد بن ابی الجہم نے یزید کے خلاف گواہی دی تھی کہ وہ شراب پیتا ہے اس کے علاوہ اور غلط باتوں کے بارے میں بھی بتایا تھا، اس پر مسلم بن عقبہ نے کہا: خدا کی قسم اس واقعہ کے بعد جھوٹی گواہی نہ دے گا اس لئے ان کو قتل کردیا اور اسی طرح یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں ابراہیم بن المنذر نے عن محمد بن ضحاک عن مالک بیان کیا ہے اور واقعہ حرہ ۶۳ھ کو پیش آیا تھا اور اس میں سات سو حاملین قرآن اس دن قتل کئے گئے۔

اس کے پہلے والی روایت میں ابوعمرو صحابی نے واللہ لرأیت یزید بن معاویہ فرمایا تھا کہ بخدا میں نے یزید کو خود دیکھا نشہ کی حالت میں نماز چھوڑتے ہوئے، اس روایت میں محمد بن ابی جہم رضی اللہ عنہ نے شہادت دی شراب پینے کی، کیا محمد بن ابی جہم جیسا صحابی جھوٹی اور بے دیکھے گواہی دیگا؟ ان کو شہادت کے شرعی شرائط کا علم بھی نہ تھا؟ بعد کے لوگ شہادت کے معنی جان گئے، ان صحابی کو اس کا کوئی علم اور پتہ نہ تھا، کیا یہ بات باور کرنے کے لائق ہے اس روایت کے بھی تمام راوی ثقہ ہیں، آخری راوی امام دار الہجرہ امام مالک بن انس پر روایت ختم ہوتی ہے جو امت کے چار ممتاز ومعتمد ترین ائمہ میں سے ایک ہیں، انقطاع اور ارسال کا احتمال اس لئے ختم ہوجاتا ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ امام مالک ایک کے علاوہ کسی ضعیف سے روایت کرتے ہی نہیں اور مذکورہ بالا روایت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)......یعقوب بن سفیان المتوفی ۲۷۷ھ ثقہ حافظ۔

(تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۴۳)

(۲)...... ابراہیم بن منذر المدنی المتوفی ۲۳۶ھ بخاری کے راویوں میں ہیں صدوق ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۱ ص۱۰۸)

(۳)......محمد بن ضحاک ثقہ ہیں۔

امام قاسم بن قطلو بغا نے کتاب الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج۱ ص۱۲۲ امام صفدی نے الوافی بالوفیات، امام احمد ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ان کو ذکر کیا ہے۔

(۴) امام مالک بن انس: **کل من روی عنه مالک فهو ثقة الا عبد الکریم**

عبد الکریم کے سوا جس سے امام مالک روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہوتا ہے اس لئے تمام ثقہ ہیں مرسل اور منقطع بھی اس روایت میں عبد الکریم سے نہیں، اگر ہے بھی تو چونکہ وہ نافع اس طرح کی روایت کر چکے ہیں، اس لئے انہیں کا اس میں امکان قوی ہے پھر اگر روایت منقطع یا مرسل بھی ہے تو اس کے لئے عمرو بن حفص صحابی کی روایت موجود ہے اس لئے دونوں قابل اعتماد اور صحیح روایت مانی جائے گی، اصول حدیث کی روشنی میں قابل استدلال اور حجت ٹھہرے گی۔

امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

فهذان المرسلان من هذين الوجهين المختلفين مدلان على ثبوت الحديث. (اقتضاء الصراط المستقیم ج۲ ص۲۵۷)

تو یہ دونوں مرسل روایتیں جو مختلف سندوں سے مروی ہیں حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

چونکہ امام مالک کی پیدائش، صحابی رسول جو گواہی دے رہے ہیں محمد بن ابی الجہم کی شہادت کے بعد ہوئی لہٰذا دونوں کے درمیان محدثین کے قاعدہ سے انقطاع یا ارسال ماننا

ضروری ہے پھر اس روایت میں مزید قوت ایک تیسری سند والی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں واقدی جیسا ضعیف راوی پایا جاتا ہے دیگر صحیح منقطع السنہ روایتیں اس کو قوت پہونچاتی ہیں اس لئے اصول حدیث اور محدثین کے قاعدہ کے مطابق وہ بھی قوی اور قابل استدلال قرار پائے گی، واقدی والی وہ ضعیف روایت امام حاکم مستدرک میں اور محمد بن سعد اپنی طبقات ابن سعد میں حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کی گواہی کے تعلق سے نقل کرتے ہیں:

حدثني عبد الرحمن بن عثمان بن زياد اشجعي عن ابيه قال كان معقل بن سنان الاشجعي قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم وحمل لواء قومه يوم الفتح وكان شابا طريا، ولقي بعد ذالک حتى بعثه (۱) الوليد بن عقبه بن ابي سفيان وكان على المدينة فاجتمع معقل بن سنان مسلم بن عقبة الذي يعرف بمسرف فقال معقل لمسرف وقد كان انسه وحادث الى ان ذكر معقل بن يزيد بن معاوية فقال معقل اني خرجت كرها لبيعة هذا الرجل وقد كان من القضاء والقدر خروجي اليه وهو رجل يشرب الخمر ويزني بالمحرم ثم قال منه، وذكر خصالا كانت فيه. (مستدرک للحاکم ج۴ ص۶۶۹ مطبوعہ دار المدینہ بیروت وج۳ ص۵۲۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد وطبقات ابن سعد الجزء الرابع القسم الثانی ص۲۳)۔

مجھ سے عبد الرحمٰن بن عثمان نے بیان کیا وہ اپنے والد عثمان بن زیاد اشجعی سے

(۱) ولید بن عتبہ نے مدینہ سے وفد نہیں بھیجا تھا، وفد بھیجنے والا عثمان بن محمد بن سفیان تھا، اس سے معلوم ہوا مدینہ سے پہلے جو حضرت معقل بن سنان رضی اللہ یزید کے پاس گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ کا گورنر ولید بن عتبہ تھا، البتہ واقعہ حرہ میں شریک رہے ہیں امام ذہبی کی عبارتوں سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔

روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا معقل بن سنان اشجعی نبی کریمؐ کی صحبت میں
رہ چکے تھے فتح مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا لئے ہوئے تھے اور تروتازہ نوجوان تھے
اس کے بعد بھی زندہ تھے یہاں تک کہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے ان کو
بھیجا اور وہ مدینہ کا گورنر تھا پھر مسلم بن عقبہ جو مسرف بن عقبہ سے معروف ہے
دونوں جمع ہوئے حضرت معقل نے مسرف سے کہا: دونوں میں پہلے انس
وگفتگو تھی یہاں تک کہ معقل نے یزید بن معاویہ کا ذکر چھیڑا تو معقلؓ نے بتایا
کہ میں قہراً جبراً اس شخص یعنی یزید کی بیعت کے لئے نکالیکن قضاء قدر سے میرا
اس کے پاس جانا ہوگیا وہ تو ایسا آدمی ہے کہ شراب پیتا ہے محرمات سے زنا کرتا
ہے پھر وہ باتیں کہیں جو یزید کی عادت میں تھی الخ۔

نوٹ: اس روایت میں راویوں کے جو صحیح نام تھے وہ ہم نے سند میں درج کردیئے
ہیں اس سند میں کل تین راوی ہیں:

(۱)......محمد بن عمر الواقدی (۲)......عبدالرحمٰن بن زیاد (۳)......زیاد بن عثمان۔

اس کے بعد صحابی رسول معقل بن سنان اشجعی ہیں صحابی کو چھوڑ کر سند کا نچلا راوی
واقدی ہے اس کے بعد دو راوی عبدالرحمٰن بن زیاد اور زیاد بن عثمان دونوں باپ بیٹے تابعی
ہیں، دونوں ثقہ ہیں اور ان کا تذکرہ اسماء الرجال کی کتابوں میں موجود ہے جن کو ہم آگے
نقل کریں گے اس جگہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرور ایام اور بے علم کا ثبوت اور مطبع
والوں کی مہربانی سے کتابوں میں نام کے اندر غلطی ہوگئی وہ ذہن میں رہنا چاہئے مستدرک
حاکم میں عبدالرحمٰن کی جگہ ابوعبدالرحمٰن ہوگیا ہے طبقات بن سعد میں عبدالرحمٰن بن زیاد کی
جگہ عبدالرحمٰن بن عثمان ہوگیا ہے اسی طرح مستدرک میں ابوعبدالرحمٰن بن عثمان ہوگیا ہے
حالانکہ صحیح نام صرف عبدالرحمٰن بن زیاد بن عثمان ہے اصابہ میں صحیح نام ہے زیاد بن عثمان
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں **ذکر الواقدی من طریق زیاد بن عثمان الاشجعی**
سند کے راویوں کا حال پڑھئے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد: **شیخ یروی عن قباث بن أشیم روی عنه یونس بن
سیف** (کتاب الثقات ج۲ص۳۰۷، کتاب التابعین باب العین مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ
بیروت کتاب الجرح والتعدیل ج۵ص۲۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت اور التاریخ
الکبیر للبخاری ج۵ص۱۶۶ الثقات **ممن لم یقع فی الکتب السنة** ج۶ص۲۵۱ مطبوعہ
دار ابن عباس الیمن الصفاء ۱۴۳۲ھ یہ ثقہ بھی ہیں اور تابعی ہیں قباث بن اشیم صحابی سے
روایت کرتے ہیں۔

زیاد بن عثمان یہ بھی تابعی ہیں اور ثقہ بھی ہیں، امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں
عدوہ فی التابعین لا یعرف مگر ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لسان المیزان میں فرماتے
ہیں **ذکر ابن حبان فی الثقات لسان المیزان** ج۲ص۴۹۵ بخاری اور ابن ابی حاتم
فرماتے ہیں **یروی عن عباد بن زیاد عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مرسلا
وھو مجھول امام قاسم بن قطلو بغاء** ان کو چونکہ اپنی کتاب الثقات **ممن لم یقع
فی الکتب الستة** کی جلد۴ص۳۵۵ میں ثقات میں شمار کرایا ہے اور ابن حبان نے گذر
چکا ثقات میں ہی شمار کیا ہے، اس لئے یہ راوی بھی ثقہ راوی ہیں اور زیاد بن عثمان سے
روایت کرنے والے بھی دو ہیں ایک تو ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن زیاد ہیں دوسرے حجاج
بن حجاج الاسلمی ہیں اور اصول حدیث کا قاعدہ معلوم ہے کہ جس سے دو شخص روایت کرتے
ہیں وہ مجھول نہیں کہا جاسکتا ہے اس لئے عبدالرحمٰن بن زیادہ بھی مجھول نہیں ان سے محمد بن عمر
واقدی اور یونس بن سیف المتوفی ۱۲۰ھ روایت کرتے ہیں غرض اس روایت میں واقدی
کے سوا کوئی بھی نہ مجھول اور نہ غیر ثقہ یا ضعیف ہے اور واقدی کے متعلق پہلے گذر چکا ہے وہ
ضعیف ہے حافظ ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے اقوال پہلے گذر چکے ہیں امام
ذہبی واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

**محمد بن عمر واقد الاسلمی مولاھم الواقدی القاضی صاحب
التصانیف والمغازی العلامة الامام ابو عبد اللہ أحد أدعیة**

العلم على ضعفه المتفق عليه...... ومع هذا لا يستغنى عنه فى المغازى وايام الصحابه واخبارهم .... ولد سنة ثلاثين ومائة. (سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۵۴۲ و۵۴۳ ملتقطاً)

محمد بن عمر بن واقدی اسلمی ان کے مولا واقدی قاضی ہیں جو صاحب تصانیف ومغازی ہیں، علامہ ابن ابوعبداللہ علم کے برتروں میں سے ایک ہیں جن کے ضعف پر اتفاق ہے......اس کے باوجود ان سے استغنا نہیں ہے صحابہ کی جنگوں اور ان کی خبروں کے سلسلے میں......ایکسوتیس ۱۳۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔

لیکن واقدی کے ضعف کا انجبار سابقہ مرسل اور مسند روایتوں سے ہوجاتا ہے، اس لئے اصول حدیث کے قاعدہ سے یہ روایت صحیح ٹھہرتی ہے اور قابل استدلال ہے، لہٰذا اس روایت کو واقدی کا بہانہ بنا کر بے اعتبار اور کنڈم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس جگہ یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنے کی ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اصابہ کے اندر ج۲ ص۴۴۶ پر معقل بن سنان صحابی رضی اللہ عنہ سے بحوالہ واقدی یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں:

انى قدمت على هذا الرجل فوجدته يشرب الخمر وينكح الحرام فلم يدع شيئًا حتى قال فيه. (اصابہ ج۳ ص۴۴۶)

میں اس شخص کے پاس آیا تو اسے شراب پیتے ہوئے پایا اور حرام نکاح کرتے ہوئے اور کچھ بھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ (سب کچھ) کہہ ڈالا۔

اس جگہ **وجدته** کے معنی **رأيته** ہی کے ہیں چنانچہ حافظ ذہبی علیہ الرحمہ نے معقل بن سنان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كان يكون[1] بالكوفة، فوفد على يزيد فرأى منه امورا منكرة فسار الى المدينة وخلع يزيد وكان من كبار اهل الحرة، رضى الله عنه، امر فذُبح صبرا يوم الحرة وله نيف وسبعون سنة، قتل

[1] كان يسكن ہونا چاہئے۔

فى سنة ثلاث وستين. (سیر اعلام النبلاء ج۳ ص۲۹۱ مطبوعہ مکتبۃ الصفا)

وہ کوفہ میں رہتے تھے یزید کے پاس بطور وفد گئے تو اس سے ناجائز کام ہوتے دیکھا پھر مدینے چلے گئے اور یزید کی بیعت کو توڑ دیا اور وہ واقعہ حرہ کے سرکردہ لوگوں میں ہیں، جبراً ان کو قتل کیا گیا، حرہ کے دن ان کی عمر ستر سال سے اوپر تھی۔

مذکورہ بالا تاریخی دستاویزوں کی روشنی میں فسقِ یزید آشکارا؛ مگر مولانا اعظمیؒ کا غیر معقول موقف:

اگر بے ادبی معاف ہو تو اس جگہ عرض کردوں کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور قاضی ابوبکر ابن عربی اور امام غزالی علیہم الرحمہ کو دیکھا دیجئے کہ حضرت عمرو بن حفص صحابی اور حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہما دو دو گواہ چشم دید شہادت یزید کے شراب پینے کی دے رہے ہیں، اب آپ حضرات صحابہؓ کو جھٹلا کر کس کی حمایت کررہے ہیں؟۔

غور فرمالیں کیا آپ اس کے لئے اپنا علم اور اپنا زورِ قلم استعمال کررہے تھے، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کی اس تحریر کا کیا معنی ہے:

’’نیز یہ کہ یزید جمہور اہل سنت کی تصریح کے بموجب مسلمان تھا اور کسی مسلمان کو فسق وفجور کے ساتھ متصف ماننے اور ثابت کرنے کے لئے شرعی اصول سے ضروری ہے کہ اس کے فسق وفجور کی چشم دید شہادتیں موجود ہوں۔

تواتر کی حقیقت اور یہ جو بعض علماء جذبات کی رو میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ یزید کی بد اعمالیوں کی شہرت حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہے تو میرے نزدیک یہ بات اہل بیت کی محبت کے جوش میں قلم سے نکل گئی ہے مگر شریعت ایسے جوش کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور اس کو ان علماء کی اضطراری حرکت سمجھتا ہوں ورنہ حقیقت کی میزان میں ان کی یہ بات پوری نہیں اترتی، ہر افواہ جو پھیل جائے اس کو خبر متواتر کہنا تواتر کی سخت توہین ہے تواتر کے لئے جہاں اور شرطیں ہیں، اس کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اگر خبر کا تعلق دیکھنے کی چیز سے ہو تو

ضروری ہے کہ اس کا مستند انتہاء مشاہدہ ہو ورنہ وہ متواتر نہیں ہوسکتی، پس یزید کی بداعمالیوں کو متواتر کہنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان خبروں کا سلسلہ اوپر جاکر جہاں ختم ہوتا ہے وہاں بکثرت ایسے لوگ کے بیانات پائے جاتے ہیں یا نہیں جو یہ کہتے ہوں کہ ہم نے بداعمالیوں کا ارتکاب کرتے ہوئے یزید کو دیکھا ہے، اگر خبروں کا سلسلہ بیانات پر منتہی ہوتا ہے تو ان کو متواتر کہنا بے شک صحیح ہے لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی آخری کڑی محض افواہ اور سنی سنائی باتیں ثابت ہوتی ہیں تو ان کو متواتر کہنا بالکل غلط اور صریح مغالطہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھ کر کہنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے چہ جائیکہ جم غفیر اور دعوی کردیا جاتا ہے تواتر کا۔ حالانکہ اس صورت سے تواتر تو درکنار شرعی اصول سے بداعمالیوں کا مطلقاً ثبوت نہیں ہوتا، ایسی صورت میں یزید پر شرعی فاسق ہونے کا حکم کیسے لگے گا، حضرت ابن حنفیہ کا ارشاد تو آپ پڑھ چکے ہیں اب امام غزالی کی تصریح سنئے فرماتے ہیں:

لا یجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق. (شرح فقہ اکبر)

کسی مسلمان کو کسی گناہ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق منسوب کرنا جائز نہیں۔

اس مسئلہ میں کوئی خاص دقت و پیچیدگی نہیں ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو ہمارے مخاطبین بھی اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر ان کو بعض محقق علماء کے رویہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے کتابوں میں یہ دیکھ لیا کہ فلاں فلاں عالموں نے یزید کو فاسق بدمست اور متہور لکھا ہے بس ان کی تقلید میں خود بھی اس کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنے لگے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان علماء نے یا تو مؤرخین کے بیانات کی ترجمانی کی ہے یا شہرت عام کی بنیاد پر جو خیال دماغوں پر چھایا ہوا تھا اسی خیال کے ماتحت غور و فکر تثبت کے بغیر یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل گئے ہیں اس لئے کہ انہیں علماء سے جب موجب فسق امور میں سے کسی ایک کو متعین کرکے پوچھا جاتا ہے (مثلاً یہ کہ کیا یزید نے قتل حسینؓ کا حکم دیا تھا یا اس پر خوش ہوا تھا تو صاف لکھتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جن علماء نے ہر ہر الزام کو تحقیقی معیار پر جانچ کر قلم اٹھایا، انہوں نے

یا تو صراحتاً یزید کو غیر فاسق کہا ہے یا اس کے فسق کو محتاج دلیل قرار دیا ہے، چنانچہ امام غزالی کے شاگرد اور شفاء شریف کے مصنف قاضی عیاض کے استاذ حافظ حدیث و مفسر قرآن قاضی ابوبکر ابن العربی نے جن کی نسبت امام ذہبی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ وہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے مرتبہ اجتہاد کو پہونچے ہوئے تھے، العواصم من القواصم میں لکھا ہے:

فان قیل کان منها الدلالة والعلم ولم یکن یزید عدلًا ولا عالما، قلنا بای شیء نعلم عدم علمه وعدم عدالته ولو کان مسلوبهما لذکر ذلک الثلاثة الفضلاء الذین اشاروا علیه بان لا یفعل وانما رموا الی الامر بعیب التحکیم وارادوا ان تکون شوریٰ

(العواصم من القواصم ص۲۲۳)

یعنی اگر کہے کہ شروط خلافت میں سے علم اور عدالت بھی ہے تو ہم کہیں گے ہم کس دلیل سے یہ سمجھیں کہ وہ عالم یا عادل نہیں، اگر ایسی بات ہوتی تو وہ تینوں حضرات فضلاء (عبد الرحمٰن بن ابی بکر ابن زبیر اور اہل عمراہ) جنہوں نے معاویہ کو یزید کی بیعت نہ لینے کا مشورہ دیا تھا، یزید کی جہالت و فسق کا ذکر ضرور کرتے ان لوگوں نے تو صرف یہ اعتراض کیا کہ یہ حکم خود رائی ہے خلیفہ کا انتخاب شوریٰ سے ہونا چاہئے۔

اس کے بعد ص۲۲۷ میں فرماتے ہیں:

"فان قیل کان یزید خمارا، قلنا: لا یحل الا بشاهدین، فمن شهد بذالک علیه بل شهد العدل بعدالته، فروی یحیی بن بکیر عن اللیث بن سعد قال اللیث توفی امیر المؤمنین یزید فی تاریخ کذا فسماه اللیث "امیر المؤمنین" بعد ذهاب ملکهم وانقراض دولتهم ولولا کونه عنده کذلک ما قال الا "توفی یزید".

یعنی اگر کہا جائے کہ یزید شرابی تھا تو ہم کہیں گے دو عینی شاہدوں کی شہادت

کے بغیر ایسا کہنا جائز نہیں ہے پس سناؤ کہ کس نے اس کے خلاف چشم دید گواہی دی ہے، اس کے برخلاف ایک عدل نے اس کی عدالت کی شہادت البتہ دی ہے چنانچہ ابن بکر امام لیث سے ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا ہے امیر المؤمنین یزید فلاں تاریخ میں انتقال کیا، امام ابو اللیث بنو امیہ کی حکومت کے ختم ہو جانے کے بعد یہ فرما رہے ہیں، پس اگر یزید ان کے نزدیک ایسا ہی ہوتا تو وہ اس سے زیادہ نہ کہتے کہ یزید فلاں تاریخ میں مرا''

اس کے بعد صفحہ ۲۳۳ میں امام احمد کی کتاب الزہد کے حوالہ سے یہ دکھا کر کہ امام احمد نے یزید (۱) کے خطبہ کا ایک جزء بھی اس کتاب میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اب ایک طرف امام احمد کا برتاؤ یزید کے ساتھ دیکھو کہ جس کتاب میں زیادہ صحابہ وتابعین کے اقوال موعظت لکھتے ہیں اس میں یزیدؒ کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں''۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید صفحہ ۵۰ تا ۵۳)

ناظرین کرام میں نے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی کتاب سے اتنا لمبا اور طویل اقتباس نقل کر دیا کہ آپ بھی پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہوں گے، تعجب یہ ہے کہ اس جگہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ یزید کو عادل اور غیر فاسق نہیں؛ بلکہ زاہد ونہایت عابد قاضی ابوبکر کو دلیل بنا کر ثابت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ دوسری سانس میں یہ بھی فرماتے ہیں:

''لیکن یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہئے کہ یزید اس وقت تک جس طرح کوئی فاسق مجاہر نہیں تھا، اسی طرح کوئی متقی، کوئی بڑا پا کباز شرع بھی نہیں تھا اور یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ (تبصرہ: ص۴)

''یہاں پہنچ کر ایک بار پھر ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصد ہرگز ہرگز یزید کو ولی یا خلیفہ راشد یا امام مقتدی ثابت کرنا نہیں ہے نہ ہم اس کو زمرہ ابرار واتقیا

ے بخاری جلد۲ص کتاب الدعوات باب الموعظة ساعة بعد ساعة جس یزید بن معاویہ کا ذکر ہے وہ یزید بن معاویہ نخعی کوفی ہیں اور عثمان غنیؓ کے زمانہ میں شہید ہوئے ہیں فتح الباری ج۱۱ص ۲۷۳ عمدۃ القاری ج۲۳ص ۴۶۔

(۱) یہ یزید بن معاویہ نخعی ہیں جن کا ذکر بخاری کتاب الدعوات کی روایت میں ہے جو گذر چکا۔

مسلمین میں شمار کرتے ہیں نہ شمار کرنے کو کہتے ہیں اور نہ ہم اس کے ساتھ ایسی حسن عقیدت رکھنے کی دعوت دیتے ہیں، جو عقیدت خلفاء راشدین ائمہ دین بزرگان اسلام صالحین ومتقین یا متشرع وعادل بادشاہوں کے ساتھ رکھی جاتی ہے''۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۴۹)

بتایئے اگر اس کو عادل بادشاہ بھی نہ مانا جائے اور فاسق بھی نہ تسلیم کیا جائے تو درمیان میں فاسق اور عادل کے بیچ وہ کونسا شرعی درجہ ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ وہی بتا دیجئے تا کہ یزید کے بارے میں نہ عادل نہ فاسق والا درجہ ہی تجویز کر دیا جائے، محدثین اور علماء اسلام کے نزدیک اس درجہ کا کیا نام ہے جو غیر عادل اور غیر فاسق کے لئے آپ جو بتانا چاہتے ہیں۔

باقی رہی بات قاضی ابوبکر ابن عربی کی ان کے سامنے تو دو عینی شاہد حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ پیش کر دیئے البتہ ان کو یہ ضرور یاد دہانی کرا دینے کی ضرورت ہے کہ وہ مالکی ہیں اور گذر چکا ہے کہ امام مالک اور ان کے اصحاب اور اہل مدینہ کا مسلک شراب کے معاملہ میں عینی شاہد کا تقاضا کرنا خود ان کے مسلک کے خلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بخاری کی ایک حدیث کے زیر بحث یہ ساری تفصیل گذر چکی ہے۔

اب یہ بھی سن لیجئے کہ ابن عربی اپنی اوقات سے زیادہ بڑھ کر لکھنے بولنے کے لئے جانے جاتے ہیں، دیکھئے حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء: ج۱۲ص ۱۰۸-۱۱۱ رلکھتے ہیں:

قد اصاب فی اشیاء واجاد وزیق فی مضائق کثیرة والانصاف یزید.

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص ۱۱۰)

بہت چیزوں میں قاضی ابوبکر نے صواب کو پایا اور عمدہ بات کہی لیکن بہت مشکل مسئلوں میں داخل ہوئے تو لڑکھڑا بھی گئے اور انصاف سب سے قیمتی چیز ہے۔

یہ زیر بحث مسئلہ یزید کے فسق کا انہیں پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جس میں قاضی ابوبکر ابن عربی بری طرح لڑکھڑا گئے ہیں، امیر المؤمنین کا لفظ خلیفہ یا بادشاہ پر بول دیا جائے تو اس کے ثقہ یا عادل ہونے کی دلیل نہیں بنتا ہے، ہاں کسی محدث پر بولا جائے تو وہ

دوسری بات ہے کسی بادشاہ یا حکمراں کو صرف امیر المؤمنین کہنے سے اس کا عادل ہونا ثابت ہوگا، نہ ثقہ ہونا، یہ اتنا واضح مسئلہ ہے کہ یزید کی حمایت کرنے والے بھی اس کا انکار نہیں کرسکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید لعل شاہ بخاری اپنی کتاب استخلاف یزید ص۵۰۴ اور ۵۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں: کسی کے نظریات پر تو قدغن نہیں لگائی جاسکتی؛ مگر جو استدلال قاضی صاحب نے پیش کیا ہے وہ بہرحال غلط ہے، لفظ ''امیر المؤمنین'' کے اطلاق سے عدالت امیر پر استدلال صحیح نہیں؛ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن حزم اور بعض دیگر بزرگوار بھی یزید پر امیر المؤمنین کا اطلاق کردیتے ہیں اور پھر صراحتاً یزید کی تفسیق بھی کرتے ہیں، عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر حکمراں فاسق بھی ہو تو اس پر امام اور امیر المؤمنین کا لفظ بولا جاسکتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''امام وقت خواہ فاسق وفاجر ہو یا نیکوکار وپرہیزگار لوگ ان سے راضی ہوں یا وہ بزور شمشیر خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المؤمنین کہنے لگ گئے ہوں الخ (تبصرہ محمودی ج۲ ص۱۱۸)

جب فاسق حکمراں پر امیر المؤمنین کا لفظ بولا جاسکتا ہے تو پھر امیر المؤمنین کے اطلاق سے عدالت کا اثبات کیسے درست ہے؟ علاوہ ازیں تعجب ہے کہ یہ لوگ لیث بن سعد کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور صحابہ وتابعین کی تصریحات کو نظر انداز کرجاتے ہیں (استخلاف یزید ص۵۰۴ و۵۰۵ مصنفہ سید لعل شاہ بخاری خطیب مدنی مسجد لائق علی چوک واہ کینٹ)

فاسق حکمراں پر امیر المومنین کا اطلاق؟:

جو کچھ سید لعل شاہ بخاری نے لکھا ہے اسی بات کو اپنے الفاظ میں تحقیقی انداز سے علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ بھی اپنی مایہ ناز کتاب ''منہاج السنۃ'' میں (ج۲ ص۲۳۹ تا ص۲۴۰) خوب تفصیل سے لکھ چکے ہیں، اس کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے کہ لفظ امیر المؤمنین سے کسی خلیفہ یا حکمراں کی عدالت ہرگز ثابت نہیں ہوتی، البتہ یزید کے طرف

سے وکالت کرنے والوں میں ہمارے ایک بزرگ مولانا ابو المصباح محمد سراج الحق صاحب صدیقی مچھلی شہری بھی، محقق بننے کے شوق میں، قاضی ابوبکر ابن عربی سے متاثر ہوکر اس میدان کے شہسوار بن کر کود پڑے ہیں، ان کی بھی سنئے، وہ اپنی کتاب سیرت حضرت علی زین العابدین میں فرماتے ہیں:

''اہم انتباہ: کتاب العواصم من القواصم مصنفہ ابوبکر بن العربی (شاگرد امام غزالیؒ) میں ص۲۳۳ پر ہے کہ امام احمد ابن حنبلؒ نے امیر یزید کا ذکر اپنی کتاب الزہد میں زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں کیا ہے جہاں زہد وورع کے بارے میں زہاد امت کے اقوال نقل کئے ہیں، یہ روایت قاضی ابن العربی کے زمانہ تک کتاب ابن حنبل میں موجود تھی بعد میں غائب کردی گئی، وہی روایت اب کتاب الزہد ابن مبارک میں موجود ہے، خدا نے اب تک اسے چوروں اور شیطانوں سے محفوظ رکھا ہے، ہر حال میں ابن العربی نے یہی روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے: **ھذا یدل علی عظیم منزلتہ**''، یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام احمد کے نزدیک یزید کی منزلت کتنی عظیم اور اس کا درجہ کتنا بڑا تھا کہ ان کو زہاد صحابہ اور تابعین میں داخل کردیا ہے، مزید کہا: **فاین ھذا من ذکر المورخین لہ**، کہاں یزید کا درجہ اور کہاں مؤرخین کے شراب نوشی اور طرح طرح کے فسق وفجور کے بیانات، توبہ کیا ان مورخوں کو شرم نہیں آتی؟

معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہؒ بن مبارک (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) اور امام احمدؒ بن حنبل جیسے محدثین کے نزدیک یزید ایک عادل اور ثقہ شخص ہیں جن کی روایت حدیث بلا تأمل مقبول ہے''۔

(سیرت علی زین العابدینؒ ص۹۰ و۹۱ مصنف مولانا سراج الحق مچھلی شہری)۔

پہلے تو یہ غور سے پڑھیے کہ گفتگو کس یزید بن معاویہ کے بارے میں چل رہی ہے اور مؤرخین نے شرابی کس کو کہا ہے، اور قاضی ابوبکر بن العربی اور مولانا سراج الحق مچھلی شہری نیز مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کس یزید بن معاویہ پر بات فٹ کررہے ہیں۔

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ:

مفتی ابوبکر قاسمی اور مفتی احمد اللہ نثار قاسمی اپنی ترتیب کردہ کتاب ''واقعہ شہادت مقام حضرت معاویہؓ کردار یزید ص ۳۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں اس کا ذکر کردیا ہے جن کے وعظ وفرمان سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے، سو وہ امام احمد کی نظر میں اعلی درجہ کے تابعین ونیک لوگوں میں سے ہیں؛ لیکن واضح رہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں جس یزید کا تذکرہ کیا ہے وہ یزید بن معاویہ نہیں جو زیر بحث ہے؛ بلکہ وہ یزید بن معاویہ نخعی کوفی ہیں جو مشہور زاہد وعابد گذرے ہیں، ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب وغیرہ کتب رجال میں مذکور ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں حافظ جمال الدین مزی کی تہذیب الکمال''۔

(واقعہ شہادت مقام حضرت معاویہ کردار یزید، ص ۳۱۹)

امام احمدؒ بن حنبل علیہ الرحمہ کی کتاب الزہد ہو یا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الزہد، اس میں یزید بن معاویہ اموی کا ذکر ہو، اور وہ بھی عابدوں زاہدوں کی جماعت میں؟ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ حنبلی خود امام احمدؒ سے نقل کر چکے ہیں کہ وہ یزید بن معاویہ کو قابل روایت سمجھتے ہی نہیں تھے، اوران کا فرمان **هذا الذی فعل باهل المدينة ما فعل** اور حافظ ذہبی بھی امام احمد سے نقل کرتے ہیں: ''**لا ينبغی ان يروی عنه**'' اور ''**مقدوح فی عدالته**''(۱) کہ وہ روایت کرنے کے لائق نہیں اور اس کی عدالت مخدوش ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۷ ص ۲۶)

پس واضح ہوگیا کہ ابوبکر بن العربی کو غلط فہمی ہوئی، انہوں نے یزید بن معاویہ نخعی کوفی کو یزید بن معاویہ اموی سمجھ لیا ہے۔

بقیہ مولانا سراج الحق مچھلی شہری نے جو فرمایا ہے کہ ابوبکر بن العربی کے زمانہ تک

روایت امام احمد کی کتاب الزہد میں موجود تھی، کتاب الزہد عبد اللہ ابن مبارک میں اب تک اچکے چوروں اور شیطان سے محفوظ رکھا ہے تو ظاہر ہے، یہ چور کوئی کافر تو ہوگا نہیں، یہ کام جب بھی کیا ہوگا تو کسی مسلمان ہی نے کتاب الزہد میں خرد برد کرکے چوری کی ہوگی، اور امام غزالیؒ نے شرعی حکم بتادیا ہے کہ کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا بلا تحقیق جائز نہیں، اس لئے آپ تحقیق کے بغیر چوری جیسے کبیرہ گناہ کی نسبت کرکے شرعی قانون کا مزاق کیوں اڑا رہے ہیں؟ اگر تحقیق کر چکے ہیں تو اس کا نام بتایئے ورنہ یاد رکھیں کہ کیا یہ قاعدہ صرف یزید کو فائدہ پہونچانے کے وقت یاد رہتا ہے؟ اس لئے کیوں بھول گئے اور تحقیق بھی چشم دید گواہ کے ذریعہ ہوگی ورنہ ''دیگراں رانصیحت وخودرا فضیحت'' والی بات ہوگی۔

امام غزالی علیہ الرحمہ کے متعلق علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کبانی جو مکہ میں مہمان تھے اور علامہ شوکانی جیسے عالم نے البدر (۲) الطالع میں جن کو مجتہد کا درجہ دیا ہے وہ اپنی کتاب العلم الشامخ فی ایثار الحق علی الآباء والمشائخ ص ۳۶۸ طبع مصر پر لکھتے ہیں: (۳)

واعجب من ذلک من يحسّن ليزيد المريد الذی فعل بخيار الأمة ما فعل وهتک بمدينة الرسول صلى الله عليه وسلم و قتل الحسين السبط واهل بيته وهتكهم وفعل مالو استمكن من مثل فعل عدوهم من النصارى ربما كان ارفق منه، ومن جملة المحسنين له حجة الاسلام الغزالی ولكنه تصرفاته كلها كحاطب ليل يجمع فی حطبه الحية والعقرب ولا يدری. (حوالہ بالا)

اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید پلید کو نیک بنا کر پیش کرتا ہے، یزید وہی تو ہے جس نے بزرگان امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ کیا، مدینۃ الرسولؐ کی حرمت کو خاک میں ملادیا، نواسہ پیغمبر حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا اور ان کی بے عزتی کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنان اسلام جیسے نصاری وغیرہ کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی ان

حضرات کے ساتھ ان سے نرم ہی ہوتا اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں امام غزالی بھی ہیں لیکن وہ اپنے تمام کارگزاروں میں حاطب اللیہ (رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) کی طرح ہیں جو اپنی لکڑیوں میں سانپ بچھو بھی جمع کر لیتا ہے اور اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پھر مزید وضاحت سے یزید کے مسئلہ پر صاف صاف لکھتے ہیں:

وما يُهَوِّنُ صنع يزيد الا مخذول ادركته الشقاوة فى مشاركته عطوامه المرويات فاياك والتفريط والافراط ولكن الصبر عنها كالقبض على الجمر سيما مع تراكم الجهل كزمننا هذا أسأل العافية والسلامة، آمين. (حوالہ بالا)

اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو توفیق الٰہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے گھیر لیا ہو، اس طرح وہ بھی اس کے مہلک کرتوتوں میں اس کا شریک بن گیا، لہٰذا تمہیں تفریط وافراط سے بچنا چاہئے لیکن اس مسئلے میں صبر سے کام لینا ایسا ہی جیسے انگارے کو مٹھی میں پکڑ لینا خصوصا جبکہ جہالت دوڑی چلی آئی ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی کے خواہاں ہیں۔آمین

ہم تو اگر چہ یزید پر لعنت کے عدم جواز کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ "**ليس المؤمن باللعان**" حدیث میں آیا ہے نیز یہ ایک بے کار عمل ہے جو مؤمن کی شان کے خلاف ہے لیکن علامہ مقبلی امام غزالی کے بتائے ہوئے قاعدہ کے بارے میں بہت سخت تنقید کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

---

(۲) البدر الطالع الجزء الاول ص۲۰۰ علامہ مقبلی المتوفی ۱۱۰۸ھ حرف الصاد، فهوا لمجتهد الذی اذا أصاب كان له أجران وأن أخطا كان له اجر۔ (۳) کردار یزید ص۲۹۴ سے نقل کیا ہے۔

"اور فقہ کا نرالا مسئلہ جس کو ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ ص۲۲۲ میں بیان کیا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں، اگر چہ بالا جماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے، جو مئے خور ہو اور جو قطع رحم کا مرتکب ہو اور جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کرے اور جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل سے راضی ہو، فرماتے ہیں: خود یزید پہ لعنت نہیں کر سکتے، اگر اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا اور وہ قطعاً فاسق تھا جیسا کہ ان کا بیان ہے اور ایسا ہی ہم ان کی کتابوں میں پاتے ہیں کہ کسی متعین شخص پر لعنت کرنا روا نہیں یہ ان کا کلیہ ہے تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں قیاس الدلالۃ کی بنا پر یوں ہونا چاہئے تھا کہ نہ کسی معین شراب خور پر حد لگائی جاتی اور نہ کسی معین زانی پر اور اسی طرح وہ سارے احکامات شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اڑ گئی کیونکہ تم تو منطق کی شکل اول کی بھی جو بدیہی الانتاج ہے مخالفت کر رہے ہو، لہٰذا اب اس کے بعد اب کونسی دلیل تمہارے سامنے ٹھہر سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل اول کی صورت یہ ہے کہ یہ یزید جس نے شراب پی ہے (صغریٰ) اور شراب کا پینے والا ملعون ہے۔ (کبریٰ) لہٰذا یہ مزید ملعون ہے (نتیجہ)

ولو قالوا ينبغى تحامى ذلك من قوله صلى الله عليه وسلم ليس المؤمن باللعان لكان فيه مندوحة للمتقين والله اعلم.

ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے بچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، مؤمن لعنت کا ڈھیر نہیں لگاتا تو بے شک اس صورت میں اہل تقوی کے لئے اس سے بچنے کی گنجائش ہوتی۔ واللہ اعلم

یعنی شریعت کے جملہ احکام کسی معین شخص پر نہیں وارد ہوئے اور متعین کر کے شخص پر ہی نافذ ہوتے ہیں اور تمہارے قاعدہ سے جائز ہے ہی نہیں تو اس طرح تو جملہ احکام شرعیہ بے کار ہو کر رہ جائیں گے۔ یہ ہے امام غزالیؒ پر علامہ مقبلیؒ کا اعتراض۔

مولانا اعظمیؒ کی ناشائستہ تحریر:

اس بحث کو یہیں ختم کرنے کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یزید کو غیر فاسق ثابت کرکے انہوں نے صحابہ کرام کو غلط بیان اور جھوٹا بتایا ہے نیز انہوں نے صحیح روایت کو من گھڑت اور جعلی بتایا ہے اور کس بے دردی سے اس کارروائی کے لئے اپنی ذہانت دیکھائی ہے غور فرمایئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی پر کس طرح اپنی عالمانہ شان کے ساتھ حماقت اور غیر ذمہ دارانہ روش اور شرعی احکام میں غفلت برتنے کا الزام لگایا ہے دھیان سے پڑھئے۔

’’بہر حال محرم ۶۱ھ تک یزید کے فسق وفجور کی کوئی شکایت تاریخوں میں نہیں ملتی ہاں حادثہ کربلا کے بعد جب اس جگر پاش واقعہ کے طبعی اثر سے ابن زیاد وغیرہ عمال یزید کے خلاف دلوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر چند کے یزید نے اس واقعہ میں کوئی پارٹ ادا نہیں کیا تھا؛ مگر ہوا تھا سب کچھ اس کی حکومت میں، اس لئے وہ بھی لپیٹ میں آ گیا، اسی کے ساتھ یمامہ میں نجدہ بن عامر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت ابن الزبیر نے رضی اللہ عنہ نے مکہ میں درپردہ حکومت کے خلاف لوگوں کو ابھارنا شروع کیا، اس وقت پہلی دفعہ تاریخوں میں یزید کے فسق وفجور کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ اس کے بعد ابن الزبیر کا ایک خطبہ تاریخوں میں منقول ہے اس میں یزید کے نام کی تصریح تو نہیں لیکن راوی کا بیان ہے کہ یزید پر تعریفیں تھی۔

لیکن راوی کے اس بیان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے انکار ممکن نہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جو تعریفیں کی ہیں، ذاتی واقفیت کی بنا پر نہیں کی ہے؛ بلکہ کسی کے بیان پر جو بالکل مجہول ہے یا افواہ پر اعتماد کرکے یہ تعریفیں کی ہیں، اب میں مہتمم صاحب سے شرعی مسئلہ پوچھتا ہوں کہ کیا ایسی بنیاد پر کسی مسلم پر فاسق کا حکم لگانا جائز ہے۔

باقی رہا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا عذر تو وہ بالکل واضح ہے کہ اولاً تو انہوں نے کوئی تصریح نہیں کی ہے دوسرے حالات وواقعات سے وہ اتنے مغلوب ومتاثر تھے کہ اس

تاثر نے ان کو غور کرنے کی مہلت نہیں دی‘‘۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۷ و ۴۸)

ان چند سطروں میں مولانا حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ نے کتنی حقیقتوں کو مسخ کرکے رکھ ڈالا ہے اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ کیسی چابکدستی دکھائی ہے، اگر تفصیل سے بتاؤں، تو بہت وقت ضائع ہوگا، ان سب باتوں کو نظر انداز کرتا ہوں؛ لیکن جو بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر پر تہمت اور الزام غفلت اور لاپرواہی اور شرعی احکام میں مجرمانہ روش اختیار کرنے کی بات ہے۔

اس لئے اس کو واضح کرنا اور کھول کر بیان کرنا نہایت ضروری ہے، گزشتہ اوراق میں مستند حوالوں کے ساتھ روایتیں گزر چکی ہیں کہ یزید شراب پیتا تھا اور یہ بیان صرف تاریخی بیان نہیں ہے اور اس کے ثبوت کے لئے عین گواہوں اور چشم دید شہادتوں کو لکھ چکا ہوں، ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر الزام دینا کہ وہ کسی مسلمان پر تہمت لگانے میں شرعی احکام کی رعایت نہ کرسکے یا انہوں نے صرف جذبات وخیالات سے متاثر ہوکر اپنی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، یہ الزام، معمولی الزام نہیں ہے اور کسی بھی صحابی کی شان کے صرف خلاف نہیں؛ بلکہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ایک قسم کی کھلی بغاوت ہے۔

تاریخیں اگر سچائی کو سپورٹ کرتی ہیں تو کیا اس کی وجہ سے تاریخی بیانات کو جھٹلا دینا عقلمندی ہے یا سچائی ہی کا انکار کردینا صحیح طریقہ ہے؟ میرے خیال میں ایسی حرکت کرنا نہ صرف بیجا یزید کی حمایت کرنا ہے؛ بلکہ عقل کے خلاف بھی بغاوت وسرکشی کرنا ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے اس موقع پر یہی کارروائی کرڈالی ہے، حالانکہ ان کے معروف محقق علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کے تعلق سے صرف تاریخوں کے حوالے نہیں دیئے تھے؛ بلکہ یہ بھی لکھ دیا تھا کہ محدث ومورخ زبیر بن بکار نے لکھا ہے۔

؎ کردار یزید ص ۲۱۱ تا ۲۱۲۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر کی باندی کسی دن یزید کے متعلق یہ شعر پڑھ رہی تھی:

لست منا وليس خالک منا – يا مضيع الصلوات للشهوات

ترجمہ: نہ تو ہم میں سے ہے نہ تیری نانیہال - اے خواہشات نفس کے پیچھے نمازوں کو ضائع کرنے والے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے اس باندی سے یہ شعر سنا تو کہا کہ اس طرح پڑھو۔

انت منا وليس خالک منا – يا مضيع الصلوات للشهوات

ترجمہ: تو میرے قبیلہ اور خاندان سے تو ضرور ہے مگر تیری نانیہال میرے خاندان میں نہیں ہے - اے خواہشات کے پیچھے نمازوں کو برباد کرنے والے۔(یزید)

محقق ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ کسی مجہول راوی کی بات ہے یا صرف افواہ یا تاریخی بیان ہے، یاد رکھئے اس کا راوی حضرت عبدالرحمٰن بن سعید ہے، جو عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعیدؓ بن زید کے صاحبزادے ہیں۔

قال زبير ابن بكار عن عبد الرحمن بن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل انه قال في يزيد بن معاويه

لست منا وليس خالک منا–يا مضيع الصلوات للشهوات

قال: وزعم بعض الناس ان هذا الشعر لموسى بن يسار، ويعرف بموسى الشهوات وروى عن عبد الله بن الزبير انه سمع جارية له تغنى بهذا البيت فضربها، وقال: قولى: انت منا وليس خالک منا – يا مضيع الصلوات للشهوات (البدایہ والنہایۃ ج۸ص۳۲۶مطبوعہ دارابن کثیر دمشق بیروت اور جمہرۃ نسب قریش واخبارہا ج۲ص۲۶۰)

ایک محقق بےنظیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ عبد اللہ بن الزبیر محض افواہ پر اعتماد کر کے کسی مسلمان کو شرابی ٹھہرانے والے بے احتیاط شخص تھے

اب دوسری طرف یہ بھی پڑھئے کہ وہ نہایت محتاط باخبر تحقیقی مزاج رکھنے والے صحابی تھے، یہ بات یزیدی حمایت کے علم بردار محقق مولانا سراج الحق مچھلی شہری فرما رہے ہیں:

''ابن زبیر وغیرہ ہم عصر تھے، ان کو حالات براہ راست معلوم ہوتے تھے، اکابر تو مدتوں بعد آئے اور ان کو طبری وغیرہ کذاب مورخوں ہی کے لکھے واقعات معلوم ہوئے تھے، جن کی بنیاد پر ان کی رائے وہ بنی جو پھیلائی جارہی ہے۔

(سیرت حضرت علی زین العابدین ص۱۵۸و۱۵۹)۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ اپنی تحقیق کے مطابق یہ بتاتے ہیں کہ یزید بن معاویہ میں کچھ باتیں اچھی بھی تھیں، شروع سے بالکل غلط اور بے دین نہ تھا، غزوہ قسطنطنیہ تک بے دینی میں مبتلا نہ تھا؛ لیکن حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات جس وقت غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی یہ ان کے پاس تھا ان سے دو حدیثیں اس نے سنی تھیں، پس انہیں دو حدیثوں سے غلط فہمی اس کو پیدا ہوئی اللہ کی رحمت سے گناہوں کی معافی کا تصور کر کے یہ شخص جری ہوگیا، یہی غلط فہمی اس کی گمراہی اور بے دینی کا سبب بن گئی، ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے۔

وعندى أن هذا الحديث والذى قبله هو الذى حمل يزيد بن معاويه على طرف من الإرجاء، وركب بسببه أفعالا كثيرة أُنكرت عليه، كما سنذكره فى ترجمته والله اعلم.

(البدایہ والنہایہ ج۸ص۸۰)

میرا خیال ہے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے جو گذری، انہیں دو حدیثوں نے یزید بن معاویہ کو ''ارجاء'' اور جو وہ بداعمالیاں کرتا تھا ان پر ابھارا، اس وجہ کر وہ بہت سارے غلط کام کرنے لگا جو اس پر نکیر کا سبب بنے جیسا کہ اس کے تذکرہ میں عنقریب آجائے گا۔

فسقِ یزید پر وفدِ مدینہ منورہ کی شہادت:

آپ اس جگہ رک کر تھوڑا غور فرمائیے، یزید کے پاس جو وفد گیا تھا، اس وفد میں دو

تین ہی آدمی نہ تھے؛ بلکہ اس وفد کو تمام مورخین ''رِجال کثیر'' کہتے ہیں؛ حتی کہ خود مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ بھی اس وفد کی نہ کوئی تعداد متعین کر پاتے ہیں نہ افراد، ہر کوئی ایک جم غفیر ہی کہتا ہے، علامہ ابن کثیر اور علامہ ابن اثیر علیہما الرحمہ لکھتے ہیں:

ورجال كثير من أشراف اهل المدينة.

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۰۳ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت)

اس وفد میں اشراف اہل مدینہ کے بہت افراد تھے۔

اور علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ورجال كثير من اشراف المدينة. (جلد اول ص۶۲۴)

جو وفد مدینہ سے بھیجا گیا اس میں اہل مدینہ کے اشراف کے بہت افراد تھے۔

اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

''تاریخوں میں دوسری مرتبہ یزید کے فسق و فجور کا ذکر اس وقت ملتا ہے، جب مدینہ سے شام جانے والا وفد (جس میں عبداللہ بن مطیع وغیرہ شامل تھے) واپس آیا اور واپس آ کر اس نے بھی یہی کہہ کر کہ یزید شرابی ہے بدمست رہتا ہے اور بدمستی میں نماز بھی ترک کر دیتا ہے اس کی بیعت توڑ دی اور لوگوں کو خلع بیعت پر آمادہ کیا، اس موقع پر بھی ابن اثیر کے الفاظ ہیں:

فلما قدم اولئک النفر الوفد المدينة قاموا فيهم واظهروا شتم يزيد وعيبه (۳/۲۰۷)'' (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۴۸)

اب آپ ہی بتایئے اس وفد میں عبداللہ بن مطیع اور بقول ابن کثیر عبداللہ بن حنظلہ الغسیل صحابی اور بقول امام محدث بیہقی علیہ الرحمہ ابو عمرو بن حفص صحابی وغیرہ کا ایک جم غفیر موجود ہے اور لوٹنے کے بعد بلا اختلاف سب یزید کے شراب پینے کو بتا رہے ہیں اور اس کے نمازوں کے ترک کی بھی گواہی دے رہے ہیں اور اس بنیاد پر اس کی بیعت توڑ رہے ہیں اور سب کی سب باتیں متواتر ہیں تو صرف شراب پینا ہی غیر متواتر کیسے ہوگا کہ آج یزید

کی حمایت کرنے والے اس کے تواتر کا انکار کر رہے ہیں اور ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دلیل سے شراب نوشی ثابت کیجئے۔

بتایئے تواتر کے بعد اب کون سی دلیل چاہئے؟ اگر کوئی صاحب اس وفد میں سے ایک شخص کا بیان دکھا دیں کہ شراب نوشی سے انہوں نے انکار کیا ہے اور آپس میں ہی اس وفد کے بیان میں کوئی اختلاف تھا؛ لیکن اختلاف محمد بن حنفیہ یا عبداللہ بن عمرؓ کا نہ دیکھایئے، یہ لوگ تو اس وفد میں گئے ہی نہ تھے اور انہوں نے جو کچھ اختلاف کیا ہے وہ بیعت توڑنے سے اختلاف کیا ہے، جس کی وجہ دوسری ہے، شراب نوشی نہیں ہے۔

فقہائے امت نے انہیں صحابہ کرام کے عمل سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ امام وقت درمیانِ ایامِ خلافت فاسق ہو جائے تو بیعت خود بخود ٹوٹ جائے گی یا اس کا معزول کرنا اور بیعت توڑنا جائز ہوگا یا جائز نہ ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے، بیعت توڑنے والے صحابہؓ جواز کے قائل ہیں یہ ایک دوسری بحث ہے، علماء متکلمین نے عقائد کی کتابوں میں تفصیلاً اس پر بحث کی ہے، اور مختصراً ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے، اس جگہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔

مولانا اعظمیؒ کا علمی مغالطہ:

اس جگہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کا ایک عالمانہ مغالطہ بھی سمجھ لیجئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

''اسی طرح ہماری عقیدت اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ ایک شرابی بے نمازی وزانی کی بیعت توڑنے والوں کو حضرت ابن عمرؓ جیسے فقیہ مجتہد عالم باعمل اور متقی پاک باز صحابی یہ حدیث سنانے جائیں گے کہ جو امام کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ اور جو اس حال میں مرے گا کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت کا قلادہ نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (دیکھو مسلم ۲/۱۲۸) اس موقع پر ابن عمرؓ کا اس حدیث کو سنانا صریح دلیل اس بات کی ہے کہ وہ یزید کو

فاسق وفاجر نہیں سمجھتے تھے، اگر فاسق وفاجر سمجھتے تو یہ حدیث نہ سناتے؛ بلکہ یہ فرماتے کے ایسے فاسق کی بیعت توڑ دینا جائز تو ضرور ہے مگر بڑے فتنہ کا اندیشہ ہے،لہٰذا یہ اقدام جائز یا مناسب نہیں''۔ (تبصرہ برشہید کربلا ویزید ص۷۵)

مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حدیث سنانا ہی حضرت ابن عمرؓ کا اس بات کی دلیل ہے کہ مسئلہ فسق اور شراب نوشی کا نہیں تھا بلکہ بیعت توڑنے کا تھا ورنہ اگر فسق یا شراب نوشی کا مسئلہ ہوتا تو اس حدیث کو سنانے کی ضرورت نہ تھی، سیدھے سیدھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو کہ یزید شرابی اور فاسق، حدیث کا سنانا اس جگہ تو بالکل بے محل ہے کیونکہ بحث تو یزید کے فاسق اور شرابی ہونے کی ہے، اس لئے مذکور حدیث کا فسق کے مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس لئے مذکورہ حدیث کا سنانا بے موقع اور بالکل بے محل ہوگا، ہاں اگر حدیث کا تعلق بیعت توڑنے سے جوڑا جائے تو حدیث کا سنانا برمحل ہوگا اور بے جوڑ نہ ہوگا، مولانا نے اس جگہ ''عالمانہ زیرکی'' دکھا کر بات کو بے محل حدیث مذکور سے جوڑ دیا، یہ ان کا ایک مغالطہ ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

صرف بات کو سمجھانے کے لئے اس جگہ میں بھی ایک حدیث سناتا ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت لے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث سنائی تھی:

عن سعيد بن حمير ان عبد الله بن الزبير قال لمعاوية فى الكلام الذى جرى بينهما فى بيعة يزيد، وانت يا معاوية اخبرت بأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا كان فى الارض خليفتان فاقتلوا أحدهما، رواه الطبرانى فى الكبير والاوسط ورجاله ثقات. (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۹۸)

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن الزبیر نے اس گفتگو کے دوران جوان کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی فرمایا جبکہ حضرت

معاویہ یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت کر رہے تھے: اے معاویہ! آپ نے ہی سنایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب زمین میں دو خلیفہ ہوں تو آخری والے کو قتل کردو۔

اگر یزید حضرت معاویہ کی زندگی میں واجب القتل نہ ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے بے محل حدیث سنادی تھی، مولانا اعظمیؒ سے عرض کروں گا جس طرح اس حدیث کو یزید کے واجب القتل ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے، اسی طرح ابن عمرؓ کی سنائی ہوئی حدیث کو یزید کے غیر فاسق ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے، اس طرح کا عالمانہ مغالطہ مولانا اعظمی کو زیب نہیں دیتا ہے، موقع محل کو بھی سمجھنا چاہئے، صرف ذہانت اور علم کا زور دکھانا علماء ربانیین کی شان نہیں ہے۔

اگر ابن عمرؓ کے حدیث سنانے سے یزید کی عدالت ثابت ہوسکتی ہے، تو ابن الزبیرؓ کے حدیث سنانے اور وہ بھی حضرت معاویہؓ کے سامنے انہیں سے سنی ہوئی حدیث اور حضرت معاویہؓ کا کوئی جواب نہ دینا اور بالکل خاموش ہوجانے سے یزید کی نااہلی اور صحابہ سے اس کی ولی عہدی کا ناجائز وناپسند ہونا کیوں نہیں ثابت ہوسکتا ہے؟ اس طرح کی منطق سے کسی حقیقت کو بدلا نہیں جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے اجتہاد میں یزید کی بیعت کا نہ توڑنا اس فتنہ بلکہ اس سے بدرجہا خطرناک فتنہ کی وجہ سے تھا جس کے اندیشہ کا اظہار حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر ملنے اور یزید کی بیعت کا حکم آنے کے وقت انہوں نے پہلے ہی کردیا تھا، اب خود ان کے اپنے بتائے ہوئے سبب کے بجائے ایک نیا نکتہ پیدا کرکے اپنے اجتہاد سے یزید کی عدالت کو سبب بنانا، بزعم خود مجتہد بننے کی کوشش کرنا ہے، جبکہ یزید کے خلاف خروج وبغاوت کرنے والے بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی جنہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تھا، تو پھر یہ سوال تو انہیں صحابہ کرام سے کرنا چاہئے تھا کہ آپ نے ابن عمرؓ کے خلاف کیوں کیا اور آپ نے ابن عمرؓ کے اجتہاد کو باطل کیوں قرار دیا، یہ بات مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

علیہ الرحمہ نے حضرت مہتمم قاری محمد طیبؒ سے کیوں دریافت کی؟ کیا ان کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا پابند نہیں ہوتا، وہ خود اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے، اس لئے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے ابن عمرؓ کی سنائی حدیث سے بالکل بے موقع اور غلط استدلال فرمایا ہے۔

اس لیے ان کی درج ذیل سطور بھی بے معنی اور بے سروپا ہونگی۔

''مہتمم صاحب فرمائیں کہ کیا حضرت ابن عمرؓ کا یہ ارشاد صراحتاً اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے نزدیک یزید سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہیں ہوئی جو بیعت توڑنے کا بہانا بن سکے اور اس کی وجہِ جواز پیدا کر سکے، اس لئے اس کی بیعت توڑنے کو سب سے بڑی غداری قرار دیتے ہیں۔

اب مہتمم صاحب بتائیں کہ اگر یزید اعلانیہ اجتماعی فسق کا مرتکب تھا اور سب صحابہ کے نزدیک جن میں ابن عمرؓ بھی شامل ہیں، وہ متفق علیہ فاسق تھا اور اس کی بیعت توڑنے کو بھی ابن عمرؓ سب سے بڑی غداری کہتے ہیں تو وہ فاسق کون ہے جس کے خلاف خروج کو آپ نے جائز بتایا ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ آپ کے نزدیک بیعت توڑنے یا اس کے خلاف خروج کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ابن عمرؓ کی مخالفت اور ان کے قول کا ردوبدل ہے یا نہیں۔

پھر مہتمم صاحب ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ابن عمرؓ یہ نہیں کہتے کہ بیعت توڑنا موجب فتنہ ہے بلکہ اس کو سب سے بڑی غداری قرار دیتے ہیں جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ یزید کی بیعت توڑنا فی نفسہ ناجائز ہے اور اس کی کوئی وجہِ جواز موجود نہیں ہے، یہ بات نہیں کہ فی نفسہ تو جائز ہے مگر سخت فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ناجائز یا نامناسب ہے''۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۷۶و۷۷)

میں عرض کر چکا ہوں کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب کی منطق سے لازم آتا ہے کہ عبداللہ بن مطیعؓ، ابوعمرو بن حفصؓ، معقل بن سنانؓ، محمد بن ابی الجہم رضی اللہ عنہم اور پورا وفد جو مدینہ سے یزید کے پاس گیا تھا اور انہوں نے یزید کے شراب نوشی کی

خبر دی(۱) تھی، وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور صحابہ دیدہ دانستہ کذب بیانی بھی کرتے تھے اور کسی بھی عادل بادشاہ کے خلاف خروج و بغاوت بھی کیا کرتے تھے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب یا تو ان تمام کو غلط کار اور کاذب مانتے ہیں یا سب کی صحابیت سے انکار کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی تیسرا راستہ نہیں، اس کے بعد جو انہوں نے صحابہ کرام کی فہرست میں کچھ نام دے کر جو سوال اٹھائے ہیں، اس تعلق سے عرض ہے کہ:

اولاً: مسئلہ پر غور کریں، اس کا جواب بھی وہی نکلے گا جو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا جواب ہوگا۔

ثانیاً: اس فہرست میں ایسے صحابہ کرام کا نام بھی انہوں نے شامل کرلیا ہے، جنہوں نے یزید کی بیعت ہی نہیں کی تھی، جیسے عمروؓ بن حزم، ابوسعید خدریؓ وغیرہ یہ چند نام ہم نے درج کردیئے ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے صرف یزید کی بیعت نہیں کی تھی؛ بلکہ اس کے خلاف خروج بھی کیا تھا، جیسے حضرت مسور بن مخرمہؓ وغیرہ، علامہ ابن اثیر علیہما الرحمہ اسد الغابہ ج۵ ص۱۸۵ پر حضرت مسور بن مخرمہؓ کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وكره بيعة يزيد: حضرت مسور بن مخرمہؓ نے یزید کی بیعت کو مکروہ سمجھا تھا۔(۱)

اس جگہ پہونچ کر ایک بار پھر آپ کو یاد دلا دوں کہ یزید کا شراب پینا مضبوط سندوں اور قابل استدلال روایتوں سے ثابت کر چکا ہوں، اب اگر تاریخی روایت اور بقول مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ سبائی روایتیں بھی اس کی تائید کرتی ہوں تو وہ بھی تائیدی ہونگی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہی بنیادی روایتیں ہیں اور مسئلہ کا اثبات انہیں پر موقوف ہے، لیکن مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ صاحب کے سامنے اپنی کم علمی کا

(۱) علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری ج۲۴ ص۲۵۹ میں لکھتے ہیں: وقال الداودي: الذي عليه العلماء في امراء الجور انه ان قدر على خلعه بغير فتنة ولا ظلم وجب وإلا فالواجب الصبر، اختلفوا في جواز الخروج عليه، والصحيح المنع الّا أن يكفر فيجب الخروج عليه. (عمدۃ القاری جلد۲۴ ص۲۵۹)

اعتراف کرنے کے بجائے، ان ہی پر الزام کردیتے ہیں اور درج ذیل سطور میں مولانا اعظمیؒ کی ڈھٹائی دیکھئے اور کہاوت یاد کیجئے: ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''، مولانا فرماتے ہیں:

''مولانا طیب صاحب کی ایک بڑی واضح غلطی سبائی روایتوں کی توثیق کرنا ہے جو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے''۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۱۰۴)

نیز مولانا اعظمی مکرر فرماتے ہیں:

''اس سلیقہ میں یہ بھی مولانا طیب صاحب کی سراسر غلط فہمی ہی ہے کہ وہ تفسیق یزید کی سبائی روایتوں کو تائیدی روایتیں سمجھ رہے ہیں، یہ سمجھنا تو اس وقت صحیح ہوتا جب ان روایتوں سے مدد لئے بغیر احادیث سے یزید کا فسق ثابت ہوتا مگر واقعہ یہ نہیں ہے''۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید صفحہ ۱۰۶)

گزر چکا ہے کہ صحیح روایتوں سے یزید کا فسق ثابت ہے اور تاریخی روایتیں صرف اور صرف تائیدی ہیں، ان پر سب کا دارومدار نہیں ہے۔

مجھے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ پر حیرت اور تعجب ہے کہ انہوں نے صرف قاری محمد طیب صاحبؒ پر تنقید نہیں کی؛ بلکہ اس ذیل میں بہت سے اکابر اہل علم اور مسلم و محقق علماء و محدثین پر بھی ہاتھ صاف کرکے ان کو بھی بے وجہ اپنے علمی غرور کی زد میں لاکر بری طرح مجروح کرڈالا ہے، جیسے محدث بیہقی، ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی وغیرہم۔

بارہ خلفاء کی بات:

بخاری اور دیگر کتب احادیث میں بارہ خلفاء کے دور میں اسلام کے غلبہ اور عزت کی

(۱) احمد بن یحییٰ بن جابر البلازری المتوفی ۲۷۹ھ اپنی کتاب ''جمل من انساب الاشراف'' کے صفحہ ۳۳۸ پر لکھتے ہیں: وقال عوانة: كان مسور ابن مخرمة وفد إلى يزيد قبل ولاية عثمان ابن محمد فلما قدم شهد عليه بالفسق وشرب الخمر فكتب الى يزيد بذلك فكتب الى عامله يأمره ان يضرب مسورًا الحدّ فقال ابو حزّة: أيشربها صهباء كالمسك ريحها: ابو خالد ويضرب الحدّ مسور. حمل من انساب الاشراف ص۳۳۸.

پیشین گوئی کی گئی ہے اس سے بے جا یزید کی حمایت کے لئے مولانا اعظمیؒ کمربستہ ہوگئے ہیں حالانکہ کئی وجہ سے یہ استدلال خود ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

(۱) اس روایت میں ان خلفاء کے عادل اور ثقہ متقی پرہیزگار ہونے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ بھی نہیں ہے، اور ان خلفاء کے تعلق سے کوئی لفظ بھی پیشین گوئی میں موجود نہیں ہے کہ خلفاء کیسے ہوں گے اور ان کے اپنے ذاتی اعمال اچھے ہوں گے یا برے، یہ بات صرف اس قرینے سے سمجھی گئی ہے کہ جب دین اسلام ان کے زمانہ میں بہت شان و شوکت اور عزت غلبہ سے ہوگا تو وہ خلفاء بھی اچھے ہوں گے تو صرف یہ ایک اجتہاد و فہم ہے جس کا حدیث کے کسی لفظ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان خلفاء کے کردار کا نص میں کوئی ذکر موجود ہے اور آپ کو ان خلفاء کے کردار و عمل سے استدلال کرنا ہے نہ کہ اپنے یا کسی کے اجتہاد و قیاس سے۔

(۲) ان خلفاء کے نام حدیث میں کہیں مذکور نہیں ہیں، نہ اس بات کی کوئی تصریح کسی حدیث میں ہے کہ یہ لگاتار، یکے بعد دیگرے، تسلسل سے ہوں گے اور بارہ کے بارہ ایک کے پیچھے ایک ہوں گے، بیچ میں ان کے درمیان کوئی انقطاع نہ ہوگا یا ہوگا، سب کے زمانے بھی مسلسل ہی ہوں گے یا مختلف زمانوں میں درمیانی انقطاع کے ساتھ بارہ کی تعداد پوری ہوگی، حدیث کا تعلق صرف تعداد سے ہے، حدیث کا کوئی لفظ تسلسل یا انقطاع کو نہیں بتاتا ہے، اس لئے بعضوں نے مختلف زمانوں سے بھی اس پیشین گوئی کو جوڑا ہے اور حضورؐ کے بعد مختلف زمانوں پر بھی محمول کیا ہے۔

(۳) اب جو نام ابن حجر عسقلانی یا علامہ سیوطی وغیرہ نے بتائے ہیں، وہ یہ فرض کرکے بتائے گئے ہیں، اور حدیث کی پیشین گوئی کو انہوں نے تسلسل اور وہ بھی حضورؐ کے فوراً بعد والے زمانے پر محمول کیا ہے، اب تسلسل کی وجہ سے یزید کا دورِ حکومت بھی شامل ہوتا تھا تو اس کا جواب خود ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسی حدیث کے ذیل میں دے دیا ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کو نظر نہیں آیا یا انہوں نے قصداً چھوڑ دیا، ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں دین کی شوکت اور اسلام کی رونق کا جو ذکر کیا گیا ہے اور یہ بارہ خلفاء لگاتار تسلسل سے ہوں گے تو اس میں یزید کا دورحکومت بھی اس مدت میں شریک ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا دورحکومت ان بارہ خلفاء میں بہت تھوڑا بنتا ہے اس لئے غالب اور اکثر کے تحت اس مختصر قلیل زمانہ کا اعتبار نہ کرکے للأ کثر حکم الکل کی بنا پر تمام بارہ خلفاء کے زمانہ پر ایک ہی حکم لگا دیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے:

وكانت الامور فی غالب ازمنة هؤلاء الاثنی عشر منتظمة وان وُجد فی بعض مدتهم خلاف فهو بالنسبة الی الاستقامة نادر والله اعلم. (فتح الباری ج۱۳ص۲۶۶ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں امور سلطنت منتظم تھے اگرچہ بعض کے زمانہ میں اختلافات بھی رونما ہوئے، لیکن ان کی مدت تھوڑی اور بہت قلیل زمانہ ہے جو ناقابل اعتبار ہے۔(۱)

اور اس موقع پر مولانا اعظمی کو خود اپنی بات یاد رکھنی چاہئے تھی، انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ: ''تیسری گزارش یہ ہے کہ شرح احادیث میں جو احتمالات محدثین ذکر کرتے ہیں، ان کو قطع و جزم کے صیغہ کے ساتھ بیان کرنا علمی دیانت کے سراسر خلاف ہے، اسی طرح ان کی بنیاد پر حدیث کی کوئی مراد جزم کے ساتھ بیان کرنا یا ان احتمالات کو حدیث کے ساتھ جوڑ کر یہ کہہ دینا کہ حدیث کا یہ مضمون ہے، ہمارے نزدیک **من یقل علي مالم اقله** کی وعید شدید کا مستحق بننا ہے''۔(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۲۳و۲۴)

(۱) اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **وفی هذا الحدیث ایضًا حجة لما تقدم من ترک القیام علی السلطان ولو جار لأنه صلى الله علیه وسلم أعلم ابا هريرة بأسماء هؤلاء واسماء آبائهم ولم يأمرهم بالخروج عليهم مع إخباره أن هلاک الأمة على أيديهم لكون الخروج أشد فی الهلاک وأقرب الی الاستئصال من طاعتهم فاختار أخف المفسدين وأيسر الأمرين.** (فتح الباری ج۱۳ص۱۳)

اب آگے والی سطریں مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کی تھوڑا لفظی تغیر کے ساتھ پڑھ لیجئے۔

''مثلاً اسی زیر بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ احادیث میں یزید کی عدالت اور تعریف کے اشارات پائے جاتے ہیں، علمی احتیاط کے بالکل خلاف ہے۔(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۲۴)

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ بقول مولانا اعظمی علیہ الرحمہ بارہ خلفاء والی حدیث جن بارہ خلفاء کے نام احتمالاً ابن حجر اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے یزید کی جگہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا نام بتایا ہے۔

مولانا موصوف خود فرماتے ہیں:

''اور ملا علی قاری نے بھی ولید ثانی کے بجائے عمر بن عبدالعزیز کو رکھ کر انہیں اشخاص کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا ہے جن میں یزید بھی شامل ہے''۔(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۲۲)

اس کا جواب تو پہلے دیا جاچکا ہے اس عبارت سے اتنا تو صاف ہوگیا بارہ خلفاء کی روایت کا مصداق منصوص نہیں ہے اور لگاتار یا مسلسل ہونا ہی کوئی متفق علیہ معاملہ نہیں ہے اس لئے حدیث سے یزید کی تعریف و منقبت کرنا محض قیاس و اجتہاد ہے، اس سے اس کی منقبت و عداالت کی دلیل بنانا عالمانہ زبردستی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

مولانا اعظمیؒ کی حضرت حکیم الاسلامؒ کو نصیحت:

مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کو چاہیے کہ قاری محمد طیب علیہ الرحمہ کو یہ نصیحت کرتے وقت خود اپنے بارے میں سوچیں:

''دوسری بات مہتمم صاحب سے یہ عرض کرنی ہے جس بات کی کسی حدیث میں تصریح نہ ہو اور شارحین حدیث اپنے اپنے علم کے مطابق قرائن کی بنا پر حدیث کا محمل متعین کرنے

(۱) محدث بیہقی فرماتے ہیں بعض روایتوں میں خلفاء کے بجائے بارہ امراء کا ذکر ہے اور فرماتے ہیں دین کے باعزت و شان شوکت ہونے کا مطلب صرف اس کے معالم کا پرشوکت اور بحال رہنا مراد ہے فرماتے ہیں: **والمراد باقامة الدین والله اعلم اقامة معالمه وان بعضهم يتعاطی بعد ذلک مالایحل** (دلائل النبوہ للبیہقی ج۶ص۴۵۶)

کی کوشش کریں تو شارحین کے بیان کردہ محامل کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جاتا، مثلاً آپ کی منقولہ بالا حدیث میں صرف اتنا بیان ہے کہ

''میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھ ہوگی۔''

حدیث میں صراحتاً یا اشارۃً کوئی تعین ان چھوکروں کی نہیں ہے، اب اگر کسی قرینہ کی بنا پر کسی عالم نے یہ لکھ دیا کہ اس میں یزید کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے تو اس بنیاد پر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں یزید کے ہاتھوں سے امت کی بربادی کی پیشین گوئی کی گئی اور واضح لفظوں میں سنئے کہ چند غیر متعین قریشی لڑکوں کے ہاتھ امت کی بربادی کی خبر کو تو حق تسلیم کرنا اور اس پر آمنا وصدقنا کہنا ضروری ہے لیکن یہ تسلیم کرنا کہ ان لڑکوں میں یزید بھی داخل ہے، قطعا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی تصریح حدیث میں نہیں ہے، ہاں احتمال کے درجہ میں یہ کہنا اور ماننا ممکن ہے کہ ہوسکتا ہے یزید بھی ان میں داخل ہو، اب مہتمم صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ایسی احتمالی بات بھی داخل عقائد ہوسکتی ہے؟''

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۲۳)

مولانا اعظمیؒ کی نصیحت کا ماحصل:

مولانا اعظمی کے اس طویل اقتباس کو میں نے اس لئے نقل کیا ہے کہ مولانا اعظمی کا غرورِ علم اس جگہ بالکل کھل گیا ہے اور وہ تکبر کو تواضع کی چادر میں چھپانے میں بری طرح ناکام ہوگئے ہیں اور بڑے بڑے محدثین اور اصحاب علم کو ہی نہیں، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کو اپنی گھمنڈ کی ٹھوکر پر رکھ کر بے توقیر بنا ڈالا ہے۔

پہلے تو آپ سے یہ عرض کردوں کہ ''میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی'' کا حدیث ہونا مولانا اعظمی کو بھی تسلیم ہے، اس کا حق ہونا وہ مانتے ہیں؛ کیونکہ یہ بخاری کی حدیث اور قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ان چھوکروں کو وہ نہیں جانتے ہیں اور نہ قطعی یا یقینی تعین کسی کے علم میں ہونا ان کو تسلیم ہے اور نہ اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین علیہما الرحمہ نے جو ان چھوکروں میں پہلا نام

یزید کا بتایا ہے اس کو احتمال کا درجہ دیا ہے یقینی ماننے سے مولانا اعظمی کو بالکل انکار ہے اور اس کو کسی طرح وہ یقینی مانتے ہی نہیں؛ لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بات صرف ابن حجر یا حافظ عینی کی ہوتی تو بھی مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے احترام میں مانی جاسکتی تھی؛ کیونکہ ''نحن رجال وہم رجال'' کی حد میں ہی بات رہتی؛ لیکن مجھے نہایت ہی افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ بات تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ تک پہونچتی ہے کیونکہ بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان موجود ہے کہ میں ان چھوکروں کو جانتا ہوں، مجھے ان کے اور ان کے باپ کے نام بھی معلوم ہیں، چاہوں تو بتا بھی سکتا ہوں۔

بخاری کی یہ روایت پڑھئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول سنایا:

يقول هلكة امتى على يدى غلمة من قريش ...... فقال ابوهريرة لو شئت ان اقول بنى فلاں وبنى فلان. (بخاری ج۱ص۵۰۹ وج۲ص۱۰۴۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو فلاں کی اولاد، فلاں کی اولاد نام بنام بھی بتا سکتا ہوں۔

اس روایت سے اتنا تو ثابت ہوگیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان چھوکروں کے نام یقینی طور پر معلوم تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتائے تھے، دوسرا ان ناموں کے جاننے کا کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں تھا، اب سنئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو نام معلوم تھے وہ یقینی اور حتمی تھے، صرف احتمالی نہیں؛ کیونکہ احتمالی ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو حضور کی بات پر یقین اور جزم نہ تھا؛ بلکہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی احتمال اور شک ہی تھا؛ حالانکہ کسی صحابی

کے بارے میں یہ بات سمجھنا بہت بڑی گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے، اس لئے ہمارا عقیدہ ہے ان چھوکروں کے نام حضرت ابو ہریرہ کو بالیقین معلوم تھے، البتہ حضرت ابو ہریرہؓ صراحت کے ساتھ کسی مصلحت کی وجہ سے ان چھوکروں کو کھول کر بتاتے نہ تھے؛ مگر کبھی اشارہ فرمادیتے تھے اور صحیح روایتوں میں حضرت ابو ہریرہ نے کنایہ سے نام بتادیئے ہیں، محدث بیہقی علیہ الرحمہ نے وہ صحیح روایت نقل کردی ہے، امام بیہقی علیہ الرحمہ اپنی کتاب دلائل النبوہ ج۶ ص۴۰۷ پر ایک عنوان قائم کرتے ہیں:

ماجاء فی اخبار النبی صلی الله علیه وسلم بالفتن الَّتِیْ ظهرت بعد الستین من اغیلمة من قریش وکان کما اخبر. اور اس کے بعد محدث بیہقی نے اس عنوان کے تحت دو حدیثیں ذکر فرمائی ہے، ان میں ایک حضرت ابوسعید خدری جس کی تعین ذکر کی ہے پھر لکھتے ہیں:

وقد روی عن علیؓ ثم عن ابوهریرةؓ ما یؤکّد هذا التاریخ. (دلائل النبوۃ ج۶ ص۴۰۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ بات مروی ہے جو اسی تاریخ کی تائید کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت بسند صحیح مروی ہے اور اس میں نام کی طرف کنایۃً تذکرہ ہے اس لئے اس کو پیش کررہا ہوں، محدث ابن حجر مکی علیہ الرحمہ الصواعق المحرقہ ۲۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

وکان مع ابی هریرة رضی الله عنه علم من النبی صلی الله علیه وسلم بما مر عنه صلی الله علیه وسلم فی یزید فانه کان یدعو: اللهم انی اعوذبک من رأس الستین، وامارة الصبیان فاستجاب الله له، فتوفاه سنة تسع وخمسین وکانت وفاة معاویة وولایة ابنه سنة ستین فعلم ابوهریرة بولایة یزید فی هذه

السنة فاستعاذ منها لما علمه من قبیح احواله بواسطة الصادق المصدوق صلی الله علیه وسلم بذلک.

(۱)(الصواعق المحرقہ ص۲۲۱ مطبوعہ استبرال)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایت میں جو کچھ گذرا یزید کے بارے میں، حضرت ابو ہریرہ کو اس کی معلومات تھیں، اور حضرت ابو ہریرہ دعا فرماتے تھے: اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ۶۰ھ کی شروعات سے اور بچوں کی حکومت سے تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی، اس لئے ان کو ۵۹ھ میں وفات دے دی، حضرت معاویہؓ کی وفات اور ان کے بیٹے یزید کی حکومت ۶۰ھ میں ہے، پس حضرت ابو ہریرہ یزید کی حکومت کے بارے میں جانتے تھے، اس لئے وہ اس سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے کیونکہ وہ اس کے برے حالات کو جانتے تھے صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔

عن عمیر بن هانی انه حدثه قال: کان ابوهریرة عَشِیَ فی سوق المدینة وهو یقول: اللهم لا تدرکنی سنة الستین، ویحکم! تمسکوا بصُدُغی معاویة، اللهم لا تدرکنی امارة الصبیان.

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ ص۴۱۰)

عمیر بن ہانی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ کے بازار میں رات کا کھانا تناول فرمایا اور کہا: اے اللہ! مجھے ۶۰ھ نہ پائے، تم لوگوں کا ناس ہو، حضرت امیر معاویہ کے پیشانی کے دوطرف

(۱) سمع ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم وتلا هذه الآیة (فخلف من بعدهم خلف) فقال یکون خلف من بعد ستین سنة، اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف یلقون غیا۔ (دلائل النبوۃ ج۶ ص۴۰۹) اور حافظ ابن کثیر نے حضرت ابی سعید خدری کی حدیث مسند احمد بن حنبل کے حوالہ سے البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۲۵ پر بھی نقل فرمائی ہے۔

کے بال پکڑلو، اے اللہ چھوکروں کی حکومت مجھ کو نہ پاوے۔

آگے امام بیہقی لکھتے ہیں:

وهما انما يقولان مثل هذا الشیء سمعاه من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم.

وہ دونوں کہیں گے اس قسم کی بات جو دونوں نے سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

محدث بیہقی رحمہ اللہ صاف صاف کھول کر بتا رہے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بال پکڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کنایۃ جس نام کا اشارہ فرمایا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نام تھے وہ حضرت معاویہ کے صاحبزادہ تھے، اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اس ناسمجھ کو کون سمجھا سکتا ہے؟۔

اس روایت کی روشنی میں ابن حجر اور حافظ عینی نے لکھا ہے: **اولهم يزيد** یہ دونوں محدث کو تو سمجھ میں آ گیا لیکن اگر احتمال اور شک ہے تو ہمارے محدث کبیر محقق بے نظیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کو شک ہے، اب معلوم یہ نہیں کہ صرف ابن حجر اور حافظ عینی پر شک ہے یا حضرت ابو ہریرہ پر بھی، اللہ خیر کرے۔

باقی **حدیث سنة ستین** اور **امارة الصبیان** میں جتنی قیل قال مولانا اعظمی نے کی ہے وہ ''ملا آں باشد کہ چپ نہ شود'' کی قبیل سے ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے انکا کوئی مطلب بھی نہیں نکلتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں، صرف ابن حجرؒ کی کاٹ اور وہ بھی غلط طریقہ سے کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا نام درمیان میں بے وجہ استعمال کر کے لکھ مارا ہے:

''دنیا میں ایک حافظ ابن حجر ہی حدیث کے شارح اور اس فن کے متبحر عالم نہیں گزرے ہیں؛ بلکہ اور حضرات کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی ہے، بالخصوص ہمارے اور آپ کے علمی مورث اعلی اور واقعی حکیم الاسلام شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو علم

دقائق واسرار کتاب وسنت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، آپ نے ذرا زحمت کر کے یہ کیوں نہیں معلوم کرلیا کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟'' (تبصرہ بر شہید کربلا ویزید ص ۲۴)

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا موقف:

یہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ کی حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کے خلاف دفع الوقتی ہے ورنہ مولانا موصوف نے زیر بحث مسئلہ میں خود ذرا زحمت کیوں نہیں کی کہ شاہ صاحب نے یزید کے متعلق کیا لکھا ہے، شاہ ولی اللہ جیسا دیدہ ور اور عبقری صاحب علم لکھتا ہے۔

وهو منافق او فاسق فمنها الحجاج ويزيد بن معاوية ومختار.

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۲۱۵)

(اسی خیر القرون میں) منافق اور فاسق بھی تھے انہیں میں حجاج بن یوسف، مختار ثقفی اور یزید بن معاویہ بھی تھے۔

دوسری جگہ پھر صراحت سے فرماتے ہیں:

دعاة الضلال يزيد بالشام ومختار بالعراق.

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

گمراہی کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار ثقفی تھے۔

اور **هلكة امتی علی یدی غلمة من قریش** کے تحت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو بنو مروان کو داخل کیا ہے اس سے یزید کی نفی نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ **اولهم یزید** کے خلاف نہیں بلکہ وہ بنو مروان بھی اس میں داخل ہیں، البتہ اس پیشین گوئی کا پہلا مصداق یزید اور باقی بنو مروان بھی ہیں، لفظ غلمۃ جمع کا صیغہ ہے تو صرف ایک ہی پر یہ پیشین گوئی ختم نہیں ہوگی اس پیشین گوئی میں اوروں کی بھی گنجائش باقی ہے، البتہ **اولهم** یزید ہی رہے گا اس لئے شاہ ولی اللہ اور ابن حجر علیہما الرحمہ کی تشریح میں تضاد یا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا امارۃ الصبیان سے بچنے کی دعا کرنا اور اس کا مصداق:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے سن ساٹھ ہجری کا تعین امارۃ الصبیان سے نہیں کیا ہے بلکہ یہ

تعین تو خود حضرت ابو ہریرہؓ کے قول میں ہی موجود ہے، جس کو انہوں نے خود واضح کر دیا ہے؛ البتہ امارۃ الصبیان کو ابن حجر عسقلانی نے اسی طرح سن ساٹھ ہجری سے جوڑا، جیسے دونوں باتوں کو حضرت ابو ہریرہؓ نے خود ہی ایک ساتھ جوڑ دیا تھا، حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے پہلے دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر بیان کر دیا، دلیل میں ابن شیبہ کی روایت پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

وفی روایة ابن ابی شیبة انّ ابا هریرة کان یمشی فی السوق ویقول اللهم لا تدرکنی سنة ستین ولا امارة الصبیان.

ایک روایت ابن ابی شیبہ سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بازاروں میں چلتے اور فرماتے اے اللہ مجھے نہ پائے ۶۰ھ کا زمانہ اور بچوں کی حکومت۔

اب جب **لا تدرکنی** کے ساتھ ہی **ولا امارة الصبیان** واقع ہے تو دونوں دعاؤں کا ایک ساتھ کرنا بالکل واضح ہے، اس لئے ولا کے بعد فعل کا اعادہ بھی نہیں کیا گیا تا کہ دونوں جملوں اور دعاؤں کا ایک ہی وقت اور ایک ہی ساتھ میں ہونا واضح اور معلوم رہے، اس لئے سن ساٹھ اور صبیانی حکومت کا ایک ساتھ ہونا بالکل صاف صاف سمجھ میں آتا ہے اور ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ اشارہ نکالنا درست ہے۔

وفی هذا اشارة الی ان اول الاغلمة کان فی سنة ستین وهو کذلک فان یزید بن معاویة استخلف فیها وبقی الی سنة اربع وستین ثم ولی ولده معاویة ومات بعد اشهر.

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۲) (۱)

اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لونڈوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا ۶۰ھ میں

(۱) اور علامہ ابن حجر مکی ہیثمی بھی اس حدیث کا مصداق یزید کو بتا رہے ہیں فرماتے ہیں: یزید بن معاویة فانه من اقبحهم وأفسقهم بل قال جماعة من الأیمة بکفرهم وهو المراد من قوله صلی الله علیه وسلم فی الحدیث الصحیح یکون خسار امتی علی ید أغیلمة من اسفهاء قریش، فهؤلاء کانوا ظلمة فسقة. (تطہیر للجنان ص ۵۳)

یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنایا گیا ان ہی دنوں میں اور ۶۴ھ تک بنا رہا پھر اس کا بیٹا معاویہ ولی بنا اور چند مہینوں بعد مر گیا۔

ابن ابی شیبہ کے ساتھ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ سے جو روایت میں نے پہلے نقل کی ہے اس کو ملا لیجئے تو بات بالکل صاف واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ امارۃ الصبیان کا پہلا مصداق یزید ہی ہے اور حضرت ابو ہریرہ نے حضرت معاویہ کے بالوں کو پکڑنے کی دعوت دیکر کنایۃً یزید کا نام بتا دیا تھا، اس لئے کہ ان کو یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھی لیکن کھول کر بیان کرنا حضرت ابو ہریرہ کے لئے خطرناک اور خلاف مصلحت تھا، ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وکأنّ ابا هریرة کان یعرف اسمائهم وکان ذلک من الجواب الذی لم یحدث به وتقدمت الاشارة الیه فی کتاب العلم وتقدم هناک قوله لو حدثت به لقطعتم هذا الحلقوم. (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۲ و ۱۳)

گویا کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کے نام جانتے تھے یہی وہ جواب ہے جسے انہوں نے بیان نہیں کیا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ گذر چکا ہے کتاب العلم میں اور وہاں ان کا قول گذر چکا ہے کہ اگر میں بتا دوں تو تم حلق کاٹ دو گے۔

مستدرک حاکم کی روایت اور امام حاکم کا اور حدیث حذیفہ بن الیمان سے استدلال اس کے لئے پہلی گزارش تو یہ ہے اس حدیث میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے نہ یہ دعوی کیا ہے کہ مجھے ان کے نام بتائے گئے نہ یہ ارشاد فرمایا کہ میں چاہوں تو نام بتا سکتا ہوں اور یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات کے مدعی ہیں، مجھے چھوکروں کے نام معلوم ہیں اور میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں تو حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی جب تک دونوں حدیثوں میں اختلاف نہ ثابت کر دیں، ابن حجر علیہ الرحمہ کا بیان غلط تو کجا مشکوک تک ثابت نہیں ہو سکتا۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی روایت کا مصداق:

دوسری گزارش یہ ہے کہ جو مستدرک حاکم سے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ والی روایت نقل فرمائی، اس میں نہ حاکم نے اور نہ ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بصراحت یہ فرمایا ہے کہ اس کے مصداق قاتلین عثمانؓ ہیں یا اس کو قاتلین عثمانؓ پر محمول کرتا ہوں، اپنے فہم سے مولانا اعظمی نے دعوی کر دیا ہے کہ حاکم نے اس کو قاتلین عثمانؓ پر فٹ کیا ہے۔ حالانکہ قتل عثمانؓ کے وقت حدیث سنانا امام حاکم نے حضرت حذیفہ سے تو ضرور نقل کیا ہے قاتلین عثمان پر فٹ کرنا تو امام حاکم سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہؓ صاحب السر مشہور تھے اور لوگ اس قسم کی حدیثیں ان سے پوچھتے بھی تھے، اب ایسے صحابی سے اگر کسی شخص نے اسی طرح کی بات قتل عثمانؓ کے وقت دریافت کرلیا اور انہوں نے ایک حدیث فتنہ کے متعلق سنادی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ خاص اسی وقت کے فتنہ سے اس کا تعلق ہے جبکہ وہ حدیث جو حضرت حذیفہؓ بن یمان نے اس موقع پر سنائی تھی اس کے الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ حدیث کا تعلق آنے والے زمانہ سے ہے اور یہ فتنہ کبھی آئندہ پیش آئے گا یہ حقیقت حذیفہؓ بن یمان کی حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ پر غور کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے مثلاً یہی حاکم والی حدیث حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۴۰۴ پر بایں الفاظ موجود ہے:

قال قام حذیفة خطیبا فی دار عامر بن حذیفة فیها التیمی والمضری فقال: لَأتین علی مضر یوم لا یدعون لله عبداً یعبده اِلّا قتلوه او لیضربن ضربًا ولا یمنعون ذنب تلعة او اسفل تلعةٍ فقیل: یا ابا عبد الله! تقول هذا بقومک او بقوم انت یعنی منهم قال: لا اقول یعنی الا سمعت من رسول الله یقول.

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۴ = ۱۷۲۵)

راوی نے بتایا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ عامر بن حذیفہ کے گھر میں کھڑے ہوکر تقریر کر رہے تھے اور کچھ تیمی کچھ مضری لوگ موجود تھے، حضرت حذیفہ نے فرمایا مضر قبیلہ پر ایک دن آئے گا کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے والے کسی بندہ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے یا اس طرح مارے بغیر نہ چھوڑیں گے کہ کسی ٹیلہ کی دم یا اس ٹیلہ کے نچلے حصہ کو نہ چھوڑیں گے (یعنی سب کو ختم کر ڈالیں گے) کہا گیا: اے ابوعبداللہ (حذیفہ) آپ اپنی ہی قوم کے بارے میں یہ فرمارہے ہیں یا اس قوم کے بارے میں جس کے ایک فرد آپ بھی ہیں؟ فرمایا: میں نہیں کہہ رہا ہوں جو کچھ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ کہہ رہا ہوں۔

دیکھئے اور خوب غور سے دیکھئے قتل عثمانؓ کا بھی اس روایت میں کوئی ذکر تک نہیں ہے البتہ حاکم کی روایت میں قتل عثمانؓ کا تذکرہ ضرور ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث حضرت حذیفہ نے اس وقت سنائی تھی، مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں۔

قال لما قُتل عثمان رضی الله عنه دخلنا علی حذیفة فاذا القوم عنده فقال: والله! لا تدع ظلمة مضر عبدا لله مؤمنا الا قتلوه وفتنوه حتی یضربهم الله والمؤمنون حتی لا یمنعوا ذنب تلعةٍ فقال رجل: أتقول هذا وانت رجل من مضر، قال لا اقول الا ماقال رسول الله صلی الله علیه وسلم.

(مستدرک للحاکم ج ۵ ص ۶۶۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

راوی کہتا ہے جب حضرت عثمان شہید کردیئے گئے ہم حضرت حذیفہؓ کے پاس آئے اور قوم بھی ان کے پاس تھی حضرت حذیفہ نے فرمایا: بخدا مضر کے ظالم لوگ اللہ کے بندہ مومن کو نہیں چھوڑیں گے الا یہ کہ اس کو قتل کر ڈالیں یا اس کو فتنہ میں مبتلا کردیں حتی کہ اللہ اور اس کے مومن بندے ان کو ختم کردیں گے،

یہاں تک کہ مضر والے کسی ٹیلہ کی دم تک نہ چھوڑیں گے، ایک شخص نے حضرت
حذیفہ سے کہا آپ یہ فرمارہے ہیں حالانکہ آپ مضر قبیلہ کے ایک آدمی ہیں،
حضرت حذیفہ نے کہا: میں وہی کہہ رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے۔

اس روایت میں صرف قتل عثمان کا ذکر ہے قاتلین عثمان کا کوئی ذکر سیاق سباق تک
میں نہیں ہے، صرف حضرت حذیفہؓ کے حدیث سنانے کا زمانہ قتل عثمان بتایا گیا ہے لیکن
مولانا اعظمی نے کمال ذہانت سے قتل عثمان کو قاتلین سمجھ لیا اور محدث حاکم کے سر، بالکل غیر
ذمہ داری کے ساتھ یہ الزام دیا کہ حاکم نے حدیث کو قاتلین عثمان پر فٹ یا محمول کیا ہے؛
حالانکہ امام حاکم نے تو حدیث سنانے سے حضرت ابوہریرہ والی حدیث کے صحت پر دلیل
بنایا ہے، نہ کہ اس کا محمل بتایا ہے، حاکم کے الفاظ ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، شهد حديث حذيفة
بن اليمان بصحة هذا الحديث. (مستدرک للحاکم ج۵ص۶۶۵)

یہ صحیح الاسناد حدیث ہے لیکن بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور
اس کی صحت کی گواہی حذیفہ بن الیمان کی حدیث دیتی ہے۔

صرف صحت کے لئے حذیفہ بن الیمانؓ کی حدیث کو امام حاکم نے دلیل بنایا ہے، امام
حاکم نے مصداق ومحمل کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، نہ قاتلین عثمان کو محمل قرار دیا ہے، زبردستی
مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے حاکم پر یہ بات تھوپ ڈالی کہ انہوں نے حدیث کا
محمل قاتلین عثمان کو قرار دیا ہے، حاکم کی عبارت میں وہ کون سا جملہ جس کا مطلب قاتلین
عثمان سے کیا گیا ہے، قتل عثمانؓ اور قاتل عثمانؓ دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے
لیکن مولانا اعظمی فرماتے ہیں:

"اسی کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھئے کہ امام عبداللہ حاکم نے حدیث **غلمة من**
قريش کا مصداق شرکائے قتل عثمان کو قرار دیا ہے، ان کی تصریح کے بموجب

حضرت حذیفہؓ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتنہ کی حدیثوں اور
ان کے معانی ومطالب کے سب سے بڑے واقف تھے، **غلمة من قريش** کا
مصداق قاتلین عثمان ہی کو قرار دیا ہے"۔ (تبصرہ بر شہید کربلا ویزید ص۲۹)

میں بہت غور وخوض کرنے کے بعد حدیث کے مختلف الفاظ وطرق کے مطالعہ کے بعد
یہ عرض کررہا ہوں کہ اس موقع پر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے صرف امام حاکم پر
ہی تہمت نہیں رکھی ہے؛ بلکہ صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ پر الزام لگا
ڈالا ہے کہ انہوں نے حدیث **غلمة من قريش** کا مصداق قاتلین عثمان کو قرار دیا ہے، اگر
کوئی صاحب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ نقل کردیں جس کا ترجمہ قاتلین عثمان کیا
گیا ہے، تو مجھے اپنی بات سے رجوع کرنے میں ذرا بھی تأمل نہ ہوگا، قتل عثمان کے وقت
حدیث سنانا اور بات ہے اور قاتلین عثمان کو مصداق ٹھہرانا دوسری بات ہے۔

اب اخیر میں یہ بھی بتادوں کہ **سنة ستين** والی ہی روایت صحیح اور راجح ہے اور جس
روایت میں **سنة سبعين** آیا ہے وہ ضعیف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اب مولانا
حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ جو درج ذیل سطور میں اشکال پیش فرمارہے ہیں وہ کسی طرح
درست نہیں ہے۔

مولانا اعظمیؒ کا غیر مناسب اعتراض:

مولانا موصوف فرماتے ہیں:

"**غلمة من قريش** پر بحث ونظر کے خاتمہ پر ہم مہتمم صاحب کو ایک بار پھر
مستقلاً امارۃ الصبیان والی پیشین گوئی پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں اور عرض کرنا
چاہتے ہیں کہ آپ تو اس پیشین گوئی کا ذکر حضرت ابوہریرہ کی دعا کے ضمن میں
ظاہر فرماتے ہیں اور اس دعا میں اس کے ساتھ **سنة ستين** (۶۰) کا ذکر دیکھ
کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا ظہور حضرت ابوہریرہؓ کے خیال میں ۶۰ھ سے
ہونے والا تھا مگر جناب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس پیشین گوئی کا ذکر ایک صحیح

مرفوع حدیث میں ہے اور اس حدیث نبوی میں امارۃ الصبیان کا ذکر ۶۰ھ کے ساتھ ہے، لہٰذا جناب کے استدلال کے بموجب اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ساتھ ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امارۃ الصبیان کی ابتداء ۶۰ھ سے یا ۶۰ھ کے بعد ہوگی، پس حدیث نبوی اور دعائے ابوہریرہؓ کے اشاروں میں تعارض ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے تعارض کے وقت حدیث نبوی کو ترجیح دی جائے گی''۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۳۰)

سنۃ سبعین کی روایت بحوالہ مسند ابویعلی حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے نقل کی ہے لیکن میرے پاس ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کا جو نسخہ ہے وہ دار ابن کثیر دمشق کا مطبوعہ ہے اور **الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء** ہے، اس پر تحقیق ریاض عبدالحمید مسواد اور محمد حسان عبید کی ہے، اور مراجعت شیخ عبدالقادر ارناؤط اور الدکتور بشار عداد معروف کی ہے، اس روایت پر تعلیق البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۶ پر لکھتے ہیں:

ورواہ احمد فی سندہ ۲/۳۲۶ واسنادہ ضعیف.

(تعلیق البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۶)

یہ روایت مسند احمد جلد ۲ ص ۳۲۶ پر بھی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

معلوم ہوا کہ محدث اعظمی نے جس روایت کو حدیث صحیح قرار دیا ہے، وہ اگرچہ مرفوع ہے لیکن ضعیف ہے۔

اب حدیث ضعیف کو صحیح پر صرف مرفوع ہونے کی وجہ سے ترجیح دینا یہ مولانا اعظمی کا ہی کمال ہے؛ جبکہ اس کی سند یں کامل بن العلاء لاقیتی ابوالعلاء موجود ہے اور بلا تعین و بلا ولدیت ابوصالح ان کے استاد بھی موجود ہیں، معلوم نہیں یہ ابوصالح میناء مولی ضباعہ ہیں یا ابوصالح الیمان ہیں جبکہ کامل ابوالعلاء دونوں ابوصالح سے روایت کرتے ہیں اس لئے ایسی ضعیف روایت کو قوی روایت پر راجح قرار دینے کے لئے محدث اعظمی جیسا دل گردہ چاہئے کسی عام عالم کے بس کی بات نہیں ہے۔

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یزید کی حمایت کرنے والوں کو یزید جیسی جسارت و جرأت بھی ہو جاتی ہے، اس **سنۃ ستین و امارۃ الصبیان** کو علامہ ابن حجر مکی ہیثمی وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن چونکہ اس کے مقابلے **سنۃ سبعین** کی روایت قابل اعتبار نہیں تھی، اس لئے اس کا تذکرہ کرنا بھی کسی نے مناسب نہ سمجھا اور یہی کام حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہ نے بھی کیا۔

اب مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کا درج ذیل بیان کس قدر بے معنی اور فضول ہے، آپ غور فرمالیجئے، لکھتے ہیں:

''یہ (۱) حدیث نبوی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں تاریخ ابن کثیر ۸/۲۳۱ میں سند کے ساتھ مذکور ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

تعوذوا باللّٰہ من سنۃ سبعین و من امارۃ الصبیان.

خدا کی پناہ مانگو ۷۰ھ سے اور لڑکوں کی حکومت سے۔

مہتمم صاحب نے تاریخ ابن کثیر کے اسی مقام سے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث جو مذکورہ بالا حدیث سے پہلے ہے، بالکل اس سے ملی ہوئی نقل فرمائی ہے، اس لئے ممکن نہیں کہ ان کی نظر اس حدیث پر نہ پڑی ہو؛ مگر حیرت ہے کہ آپ نے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اس سے زیادہ حیرت اس پر ہے کہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں انہوں نے ابوہریرہؓ اور اقوال شارحین سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

ــــــــــــــــــــ

ے اغلب یہ ہے کہ ابوصالح مینا مولی صاعہ ہیں انہیں سے اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین کامل ابوالعلاء کے سنا تھا اور انہیں سے یہ سبعین اس دوسری روایت میں سہواً جڑ گیا۔

(۱) ۶۰ھ کا تعین صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہی نہیں کرتی بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مرفوع روایت سے بھی منقول ہے ابن حجر مکی تطہیر الجنان ص ۶۶ پر فرماتے ہیں: **وفی حدیث رواتہ ثقات تعوذ باللّٰہ من رأس الستین وفی روایۃ من سنۃ ستین و من أمارۃ الصبیان.**

بہرحال مہتمم صاحب کے استدلال کی رو سے مذکورہ بالا حدیث نبوی میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ امارۃ الصبیان کا ظہور ۶۰ھ یا ۷۰ھ کے بعد ہوگا اور تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی پیشین گوئی کا ظہور و وقوع اسی صورت سے ہوا، عبدالملک بن مروان نے ۷۰ھ سے پہلے ہی خلافت کا دعوی کیا تھا مگر علماء کے نزدیک وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر کی حیات تک اس دعویٰ میں حق بجانب نہ تھا، ۷۳ھ سے وہ صحیح معنوں میں خلیفہ ہوا اور اس کے بعد اس کے چار بیٹے خلیفہ یا بادشاہ ہوئے جن میں کوئی ۲۴ برس کا تو کوئی ۲۹ برس کا تھا اور عبد الملک ہی نے حجاج جیسے خونریز کو کوفہ بصرہ کی حکومت دی اور عبدالملک اور اس کی اولاد نے معمر والیوں کی جگہ پر کم عمروں کو والی بنایا، اس کی تفصیل تاریخوں میں پڑھئے اور اس کے ساتھ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی بغور پڑھئے۔

ونیز در حدیث دگر وارد شدہ **تعوذ باللہ من رأس السبعین** واین کلمہ اشارت بانقضائے زبان سلطنت کاملہ پس گویا کہ مجموں ایں برسہ ازمنہ (زمان نبوت و زمان خلافت راشدہ و زمانہ سلطنت کاملہ) را زمانہ برکت قرار دادہ اند کہ شر و فساد کہ قابل نعوذ باشد بعد انقضائے سلطنت کاملہ ظاہر خواہد گردو منصب امامت ص ۸۰"۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۳۱)

یہ تو گزر ہی چکا کہ **سنۃ ستین** ہی کی روایت صحیح ہے اور **سنۃ سبعین** کی روایت ضعیف ہے پھر بنو مروان اگر داخل ہوں تو اس سے یزید کا خارج ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے، بنو مروان بھی امارۃ الصبیان میں داخل ہیں تو **اولھم** یزید اپنی جگہ اٹل ہی ہوگا، سنئے مولانا اسماعیل شہید یزید کو خارج نہیں مانتے، مولانا اسماعیل شہید یزید اور اس کے اعوان وانصار کو کیا کہتے ہیں، وہ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے باجازت یزید پلید کے حضرت امام حسین کو رنج پہونچایا"۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کو بالکل بری کرکے اور پلید کو رحمۃ اللہ علیہ بنا کر مولانا اعظمی نے اکابر دیوبند کے موقف سے بھی انحراف فرمایا ہے، اس لئے جس کا دل چاہے مولانا

اعظمی کی تحقیق سے اتفاق کرے، میری سمجھ سے تو وہ تحقیق بالکل غلط ہے، یہ اکابر سے انحراف بلا جواز ہے۔

دور کی کوڑی لانے کی ضرورت ہی نہیں کہ امام بخاری کی الادب المفرد سے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے دونوں جملوں کو الگ الگ کر دیا جائے سنۃ ستین ایک جملہ الگ بنا دیا جائے اور امارۃ الصبیان ایک الگ دعائیہ جملہ قرار دیا جائے جبکہ صحیح روایت میں محدث بیہقی نے نقل کرکے بتا دیا ہے کہ سنۃ ستین پہلے کہنے کے بعد حضرت معاویہ کا بال پکڑنے کی درخواست کرتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ نے امارۃ الصبیان کہا تھا، افسوس کہ وہاں ہمارے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ موجود نہیں تھے، ورنہ یہ حضرت ابوہریرہ سے کہتے کہ آپ کو دعا کرنے کا بھی ڈھنگ نہیں، دونوں جملوں کو ایک ساتھ ملا کر بولئے، یہ بیچ میں ایک غیر متعلق بات **تمسکوا بصدغی معاویۃ** کیوں گھسیڑ دیا اور حضرت ابوہریرہ کو مشورہ بھی دیتے کہ بنو مروان کو پکڑ کر کہئے، حضرت معاویہ کو کیوں پکڑنے کا حکم فرما رہے ہیں؟ کیا آپ نے فرمان رسول بھی نہیں سمجھا کہ سننے والی پیشین گوئی کو قبل از وقت دس سال پہلے ہی ۶۰ھ میں ہی فٹ کرنا شروع فرما دیا؟ بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ہی فرما دیتے کہ ان چھوکروں کے نام آپ نے حضرت ابوہریرہ کو کیوں بتائے اور حضرت حذیفہ بن الیمان کو کیوں نہیں بتائے جبکہ وہ آپ کے صاحب السر ہیں؟۔

امام بخاری کی ادب مفرد یا کسی اور مرفوع حدیث میں امارۃ الصبیان کی جو پہچان حضرت ابوہریرہؓ نے بتائی اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس کی آسان پہچان ۶۰ھ وہ جانتے نہ تھے بلکہ ان چھوکروں کا نام بتانے میں خطرہ اور ڈر تھا اور پہچان بتانے میں نہ کوئی خطرہ نہ ڈر اور پہچان سے سمجھنے والا اس وقت کا تعین خود بخود کر سکتا تھا کہ اب وقت آچکا ہے جس کی پیشین گوئی کی گئی ہے، مولانا اعظمی کا اس طرح کا مغالطہ آمیز جملہ لکھ کر یزید کے لئے صفائی فراہم کرنے کا عالمانہ طریقہ ہے جس کا استعمال انہوں نے اپنی کتاب تبصرہ بر شہید کربلا و یزید میں کئی جگہ پر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''یہاں تک جو میں نے عرض کیا اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنی زندگی میں جس وقت یزید کے لئے بیعت لی تھی، اس وقت ایک متنفس نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ وہ فاسق وفاجر یا نااہل ہے''۔(۱)

(تبصرہ برشہید کربلا و یزید ص ۳۵)

یزید کی خلافت پر صحابۂ کرامؓ کی ناراضگی:

اس عبارت میں مولانا اعظمی کا یہ ارشاد تو ٹھیک ہے کہ مضبوط اور شرعی دلیل سے حضرت معاویہؓ کی حیات میں کسی نے یزید کو نہ فاسق کہا نہ فاجر نہ شرابی؛ لیکن کسی نے اس کو نااہل نہ قرار دیا ہو، یہ بات بالکل درست نہیں ہے، حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف بھی ہے، چونکہ جس وقت حضرت معاویہؓ نے ولیعہدی کی بیعت لی، ایک سے زیادہ صحابہؓ کو اعتراض تھا، اور اس کے لئے خوشی سے آمادہ بھی نہ تھے، مجمع الزوائد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا اعتراض کرنا گذر ہی چکا ہے اور تمام تاریخی بیانات حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں بھی متفق ہیں کہ اس کام کے لئے بخوشی آمادہ نہیں تھے، عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعید(۱) بن زیدؓ نے بھی بیعت نہیں کی تھی، حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے صاف صاف کھل کر حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی تھی، جس کا تذکرہ بسند صحیح مسند ابویعلی میں موجود ہے، جو تاریخی بات بھی نہیں؛ بلکہ حدیثی سند سے ثابت ہے، اس جگہ سند کے ساتھ میں پورا واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔

حدثنا الحسن بن عمر بن شفيق بن اسماء الجرمى حدثنا جعفر بـن هشـام عن ابن سيرين قال لما أراد معاوية ان يستخلف يزيد بـعـث الـى عـامـل المدينة، أن وفد إليّ من شاء، قال: فوفد إليه عـمـرو بـن حـزم الانـصـارى، فـاستـأذن فـجـاء حاجب معاوية

(۱) حضرت سعید بن زید کے بیعت نہ کرنے کی تفصیل کے لئے دیکھئے: مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۹۴۷ والطبرانی والتاریخ الصغیر للبخاری۔

يستـأذن، فـقـال: هذا عـمرو قد جاء يستأذن، فقال: ما جاء هم إلي، فـقـال: يـا اميـر الـمـؤمـنيـن! جاء يطلب معروفک، فقال مـعـاوية: إن كنت صادقا فليكتب ما شاء، فأعطه ما سألک ولا أراه، قـال: فـخـرج إليـه الحاجب، فقال ما حاجتک؟ اكتب ما شـئـت، فقال: سجان الله ! أجئ إلى باب امير المؤمنين فأحجب عـنـه؟ أحـب أن ألـقاه فأكلمه، فقال معاوية للحاجب: عده يوم كـذا وكـذا، اذا صـلـى الـغداة فليجيء، قال فلما صلى معاوية الـغـداة أمر بسرير فجعل فى ايوان له ثم اخرج الناس عنه فلم يـكن عنده أحد، إلا كرسى وُضِع لعمرو فجاء عمرو فاستأذن، فـأذن لـه فسـلـم عـلـيـه ثـم جلس على الكرسى فقال له معاوية: حـاجتـک؟ قـال: فـحـمـد الـلـه وأثنى عليه ثم قال: لعُمرى لقد اصبـح يزيد بن معاوية واسط الحسب فى قريش غنيا عن المال غـنيـا إلا عـن كـل خير، وانى سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ان اللّٰه لم يستر ع عبدا رعية الا هو سائله عنها يوم الـقيـامة، كيف صـنـع فيهـا، وانى اذكرک اللّٰه يا معاوية فيأمة مـحـمد ﷺ بمن تستخلف عليها قال فاخذ معاوية ربوة ونفس فـى غـداة قرحتى عرق،و جعل يمسح العرق عن وجهه ثلاثا ثم افـاق فحمد اللّٰه واثنى عليه ثم قال اما بعد فأنک امرؤ نا صح، قـلـت برأيک، بالغ ما بلغ، وانه لم يبق الا ابنى وابنائهم، وابنى أحـق مـن أبـنـائهـم، حـاجتک؟ قال مالي حاجة؟ قال ثم قال له أخـوه: إنما جئنا من المدينة تُضرب أكبادها من اجل كلمات؟

(۱) حاشیہ گزر چکا ہے، پیچھے والا ہے۔

قال ما جئتُ الا لكلمات، قال فأمر لهم بجوائزهم قال وخرج لعمر ومثله.

(مسند ابو یعلی ص۱۲۹۹ حدیث نمبر ۱۶۹۱۷ حدیث عمرو بن حزم مجمع الزوائد ج ۷ ص۲۴۸و۲۴۹ بحوالہ ابو یعلی نقل کرکے فرماتے ہیں رجالہ رجال الصحیح)

جب ارادہ کیا معاویہ نے کہ خلیفہ بنائیں یزید کو تو مدینہ کے گورنر کو خط بھیجا کہ میرے پاس جس کو جی چاہے بطور وفد بھیجو، راوی کہتے ہیں کہ ان کے پاس عمر بن حزم انصاریؓ گئے اور اجازت چاہی پس دربان آیا اجازت لینے کے لئے، تو حضرت معاویہؓ نے کہا: کس ضرورت سے آئے ہیں؟ دربان نے کہا: امیر المؤمنین! طالب کرم بن کر آئے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا: اگر تم سچے ہو تو وہ جو چاہیں لکھ دیں اور تم ان کو جو مانگیں دے دو، اسے دیکھنا نہیں چاہتا ہوں، راوی کہتا ہے: دربان ان کے پاس آیا اور کہا: آپ کی کیا حاجت ہے؟ آپ جو چاہیں لکھ دیجئے: عمرو بن حزمؓ نے کہا: سبحان اللہ! امیر المؤمنین کے دربار میں آؤں اور ان سے روک دیا جاؤں، میں پسند کرتا ہوں کہ ان سے ملوں اور گفتگو کروں تو حضرت معاویہؓ نے دربان سے کہا: ان سے وعدہ کردو، فلاں فلاں دن صبح کی نماز کے بعد وہ آجائیں، راوی کہتا ہے: حضرت معاویہؓ نے جب صبح کی نماز پڑھ لی تو حکم دیا کہ اور ایک تخت لگایا جائے ان کے درمیان میں پھر باقی لوگوں کو وہاں سے نکال دیا، ان کے پاس ایک کرسی عمرو بن حزم کے لئے لگائی گئی تھی اور انہوں نے اجازت چاہی تو ان کو اجازت دی گئی، حضرت معاویہؓ کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا: تمہاری ضرورت کیا ہے؟ تو انہوں نے الحمد للہ کہا اور اللہ کی تعریف کی پھر عمرو بن حزم نے کہا: میری جان کی قسم! یزید بن معاویہ خاندان کے اعتبار سے قریش کے افضل قبیلہ سے ہیں، مال سے بے نیاز ہے، خیر کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے،

میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے کسی بندے کو کسی کا رعیت نہیں بنایا مگر اس کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھے گا، میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں محمد ﷺ کی امت کے بارے میں، تم کس کو خلیفہ بنا رہے ہو؟ اے معاویہ! راوی کہتا ہے، حضرت معاویہ نے ٹھنڈی صبح میں لمبا سانس لیا یہاں تک کہ پسینے پسینے ہوگئے اور اپنے چہرہ سے تین بار پسینہ پوچھا تب جاکر افاقہ ہوا، تب اللہ کی تعریف کی، الحمد للہ کہا پھر اما بعد کہا اور فرمایا: آپ ایک نصیحت کرنے والے آدمی ہیں، آپ نے اپنی رائے پیش کردی، جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اب میرے اور ان کے لڑکوں کے سوا کوئی بچا نہیں ہے اور میرا لڑکا ان کے لڑکوں سے زیادہ حقدار ہے، اب آپ اپنی حاجت بتائیے، عمرو بن حزم نے کہا: ہماری کوئی حاجت نہیں ہے، راوی کہتا ہے پھر ان کے بھائی نے کہا: کیا ہم مدینے سے سفر کرکے چند کلمات کے لئے آئے تھے؟ راوی کہتا ہے پھر ان کو انعامات کا حکم دیا، راوی کہتا ہے: پھر عمرو بن حزم کے لئے بھی اتنا ہی انعام کا حکم دیا۔

(۱) الحسن بن عمر بن شقیق بن اسماء الجرمی: صدوق ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج۵ ص۱۳۹)

(۲) جعفر بن سلیمان الضبی: ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج۱ ص۳۸۰)

(۳) ہشام بن حسان: ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۵)

(۴) محمد بن سیرین امام وقتہ المتوفی ۱۱۰: ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج۵ ص۱۳۹)

یہ روایت نہایت کھری اور مضبوط وصحیح سند والی ہے، حضرت عمرو بن حزمؓ نے حضرت معاویہ کی یزید کی ولیعہدی کے وقت غیر مبہم اور کھلے الفاظ میں مخالفت کی اور اس کی نااہلیت کو واضح کردیا تھا، ''**غنيا الاعن كل خير**'' اور ''**إني أذكرك الله يا معاوية في أمة محمد صلى الله عليه وسلم بمن تستخلف عليها**'' (یعنی اے معاویہ تم کو نبی کی امت کے معاملہ میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، تم امت پر کس کو خلیفہ بنانا چاہ رہے ہو؟) حضرت عمرو بن حزمؓ سے حضرت معاویہؓ نے اقرار بھی کرلیا، آپ یقیناً ایک خیر خواہ اور ناصح ہیں،

آپ کی بات کسی غلط جزیہ پر مبنی نہیں ہے؛ مگر حضرت معاویہؓ اپنی ہی رائے پر قائم رہے اور ان کی رائے میں یزید بالکل اہل اور خلافت کا حقدار تھا، دونوں ہی صحابیِ رسولؐ ہیں، اس لیے دونوں نے اپنی اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کیا، ہم جیسے لوگوں کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے؛ لیکن آئندہ پیش آنے والے حالات نے بتادیا کہ کس کا اجتہاد صحیح تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے مطابق یزید کو خلیفہ بنادیا اور حضرت عمرو بن حزمؓ نے خود بھی یزید کی ولی عہدی تسلیم نہ کی، نہ اس کی خلافت کی بیعت کی؛ بلکہ ان کے صاحبزادہ محمد بن عمرو بن حزمؓ جو صحابی تھے، وہ بھی اپنے والد کے طریقہ پر قائم رہے اور جب یزید کی بدعملی اور بدکرداری کھل کر سامنے آئی تو یزید کی بیعت توڑنے والوں کے ساتھ رہے، وہ یزید کے خلاف لڑتے ہوئے واقعہ حرہ میں شہید ہوگئے، اسی طرح ولی عہدی کی بیعت کے معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مخالفت کی اور بخاری میں خود ان کا بیان موجود ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے صاحب زادے کے لئے جب ولیعہد پر ارشاد فرماتے ہیں مملوک خلافت کے زیادہ حقدار ہیں تو عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ ان کا جواب دوں کہ جنہوں نے آپ سے اور آپ کے والد سے اسلام کے لئے جنگ لڑی ہے وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں؛ مگر فتنہ اور خون ریزی کے ڈر سے میں بول نہ سکا۔

(دیکھئے بخاری جلد۲ص۵۹۹)

بلکہ بحکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مروان نے جب یزید کی ولیعہدی کی بیعت کا اعلان مدینہ میں کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادہ جو خود بھی صحابی تھے، ان سے برداشت نہ ہوسکا اور بول اٹھے: یہ طریقہ ابوبکرؓ وعمرؓ کی سنت نہیں؛ بلکہ قیصر وکسری کا طریقہ ہے، ایک بادشاہ کے بعد وہ بیٹے کو بادشاہ بنادیا کرتے ہیں۔

بخاری کتاب التفسیر ج۲ ص۷۱۵ پر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کا اعتراض کرنا موجود ہے اور حافظ ابن کثیر مصنف عبدالرزاق سے یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں:

وقد قال عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن سعید ابن

المسیب ...... انه لما جاء ت بیعة یزید بن معاویة الی المدینة، قال عبد الرحمن لمروان: جعلتموها- والله- هرقلية وكسروية، يعني جعلتم مُلْکَ المَلِکِ لمن بعده من ولده.

(البدایہ والنہایہ ج۸ص۱۲۹)

عبدالرزاق نے کہا: وہ معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے اور زہری سعید ابن مسیّب سے جب یزید بن معاویہ کی بیعت کا معاملہ مدینہ میں آیا، سعید بن مسیّب بولے: عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے مروان سے کہا: خدا کی قسم! تم لوگوں نے حکومت کو ہرقل اور کسری کی حکومت بنادیا ہے کہ ملک کا بادشاہ اپنی اولاد میں جس کو چاہتا ہے بنادیتا ہے"۔

یہ روایت بھی نہایت مضبوط اور صحیح ہے، غرض اس وقت جب ولیعہدی کی بیعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے لئے لے رہے تھے، حضرت انسؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن الزبیر حضرت سعید بن زیدؓ (جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سارے صحابہ جو بقید حیات تھے سب نے حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی تھی اور ان میں سے کوئی بھی یزید کی ولیعہدی کو بہ خوشی منظور کرنے کو آمادہ نہ تھا؛ کیوں کہ یہ حضرات صحابہؓ نہ تو یزید کی شخصیت کو اکابر صحابہ کی موجودگی میں خلافت کا اہل سمجھتے تھے، اور نہ ہی حضرت معاویہؓ کا یہ اقدام اسلام کے شورائی نظام کے مناسب تھا، یہ اقدام جس زمانہ کی بات ہے وہ بہت سے تجربہ کار اور اکابر صحابہؓ کے ماحول میں "**إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة**" کے قبیل سے تھا۔

یہ دوسری بات ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو اختیار کرلینا ایک خلاف اولیٰ اقدام تھا اور صحابہ کی بڑی تعداد اس عمل کو غیر مناسب اور یزید کو نااہل سمجھ رہی تھی پھر بھی کسی ناجائز اور حرام کا ارتکاب حضرت معاویہؓ کے اس اقدام سے لازم نہیں آتا تھا؛ لیکن اس وقت کے ماحول میں یزید خلافت کا اہل اور قابل امید وار بھی نہ تھا کہ اس کی تعریف کی

جائے بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کام میں زور اور زر کا بھی استعمال کرنا پڑا۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ محدث زبیر بن بکار سے نقل فرماتے ہیں:

قال الزبير بن بكار حدثنى ابراهيم بن محمد بن عبد العزيز الزهرى عن ابيه عن جده قال بعث معاوية الى عبد الرحمن بن ابى بكر بمائة الف درهم بعد أن أبى البيعة ليزيد بن معاوية فردها عبد الرحمن وأبى أن ياخذها وقال: أبيع دينى بدنياي وخرج إلى مكة فمات بها. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۹)

زبیر ابن بکار کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم نے حدیث بیان کی ان سے محمد ابن عبد العزیز نے اور محمد سے ابراہیم کے دادا عبدالعزیز نے وہ کہتے ہیں: عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ نے جب یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو ان کو حضرت معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس کو واپس کر دیا اور بیعت سے انکار کر دیا اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچوں گا؟ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر مکہ چلے گئے اور وہیں انکا انتقال ہو گیا''۔

اس سند میں کوئی جان نہیں ہے، اس لئے اس کی ایک تاریخی روایت سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں؛ لیکن عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا یزید کی ولیعہدی سے انکار اور اس کی مخالفت بسند صحیح ثابت ہے۔

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ولیعہدی کے لئے زور لگانا اور دباؤ بنانا ثابت شدہ حقیقت ہے، فرماتے ہیں:

فلما أن فعل معاوية بعد وفاة السيد الحسن من العهد بالخلافة ألى ولده يزيد، تألم الحسين وحق له، وامتنع هو وابن ابى بكر وابن الزبير من المبايعة حتى قهرهم معاوية وأخذ بيعتهم مكرهين، وغلبوا وعجزوا عن سلطان الوقت، فلما مات معاوية

تسلم الخلافة يزيد، وبايعه أكثر الناس ولم يبايع له ابن الزبير ولا الحسين، وانفوا من ذلك، ورام كل واحد منهما الأمر لنفسه وسارا فى الليل من المدينة. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۷۳)

سید حسن کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ نے بھی ولیعہدی اپنے بیٹے یزید کو سونپ دی تو اس سے حضرت حسین کو تکلیف پہونچی، اور انہیں اس کا حق تھا، اس لئے یزید کی ولیعہدی سے وہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر باز رہے حضرت معاویہ نے ان پر جبر کیا، تب وہ سلطان وقت کے غلبہ کی وجہ سے مجبور و عاجز ہو گئے، حضرت معاویہؓ نے قہراً جبراً بیعت لی لیکن جب حضرت معاویہؓ انتقال کر گئے اور خلافت یزید کے لئے مسلم ہو گئی، تو حضرت ابن الزبیرؓ نے بیعت نہیں کی اور نہ حضرت حسینؓ نے اور دونوں رات کے وقت مدینہ سے نکل گئے''۔

زمانۂ نبوت سے قرب اور اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں یزید کی اہلیت:

یزید کی خلافت کا مسئلہ اس لئے بھی سنگین بن گیا کہ زمانۂ رسالت سے یہ وقت بالکل قریب تھا اور اکابر صحابہؓ کی ایک جماعت بقید حیات تھی، چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

ويزيد ممن لا نسبه ولا نحبّه .... وانما عظم الخطب لكونه ولى بعد وفاة النبى ﷺ بتسع وأربعين سنة والعهد قريب والصحابة موجودون كأبن عمر الذى كان أولى بامر منه ومن أبيه وجده. (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۹)

یزید ان میں سے ہے کہ نہ اس کو ہم گالی گلوج کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے محبت کرتے ہیں ....اور معاملہ سنگین اس لئے ہوا کہ یزید نے خلافت زمانہ رسالت سے صرف ۴۹ انچاس برس بعد سنبھالا زمانہ رسالت بھی قریب تھا اور صحابہ کرام بھی موجود تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر جیسے بھی تھے جو یزید اور اس کے والد اور دادا سے بھی اس کام کے لئے زیادہ بہتر تھے''۔

یعنی موجود صحابہؓ کے مقابلہ میں یزید ہرگز نہ تو اہل تھا اور نہ ہی مناسب؛ کیونکہ اس سے افضل اور اولی افراد اس وقت خلافت کے لئے موجود تھے، جن کے ہوتے ہوئے یزید قطعاً مناسب اور اہل نہ تھا، کیوں کہ اس کا کردار بھی بہت صاف ستھرا نہ تھا، مشکوک کردار کا آدمی تھا، اور میں نے معتبر صحیح اور بے داغ سندوں سے اس کا داغدار کردار پہلے ہی ثابت کر دیا ہے؛ لیکن وہ سب اس کے دور اقتدار سنبھالنے کے بعد کی بات ہے، ولیعہدی کے زمانہ میں مشکوک کردار تاریخی روایت سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اس مشکوک کردار کی وجہ سے اگر اس کو فاسق نہیں کہہ سکتے تو بالکل بے داغ کردار والا بھی نہیں تسلیم کر سکتے ہیں، تاریخی روایت کی وجہ سے اس کا کردار مشکوک ضرور ہو جاتا ہے، کیونکہ ہمارے پاس کچھ ایسی شہادتیں موجود ہیں جو مستند نہیں ہیں؛ مگر غیر معتبر راویوں کی وجہ سے مشکوک ہیں تو کردار بھی مشکوک ہی ثابت ہوگا۔

اس لئے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ کا فسق کے لئے وقت کا مطالبہ کرنا بالکل بے جا مطالبہ ہے اور درج ذیل سطریں ان کی بے جا ہیں:

"بہر حال محرم ۶۱ھ تک یزید کے فجور کی کوئی شکایت تاریخوں میں نہیں ملتی"۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۷)

اسی طرح یہ مطالبہ بھی بے جا ہے:

"مولانا ثانیاً ان کو بتانا پڑے گا کہ پھر بیعت کے کتنے دنوں بعد وہ فاسق ہوا"۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۷)

مولانا اعظمی کے نزدیک تو اتنی صدیوں کے گذر جانے کے بعد بھی یزید کا فسق ثابت نہ ہو سکا تو وقت متعین کرنا بے نتیجہ ہی رہے گا، لیجئے غیر معتبر روایت سے وقت معلوم کر لیجئے عباسی صاحب اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۳۷۶ و ۳۷۷ پر الاغانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

ولما حج في خلافة أبيه جلس بالمدينة على شراب، فاستأذن

عليه عبد اللّٰه بن عباس والحسين بن علي فامر بشرابه فرفع وقيل له: إن ابن عباس ان وجد ريح شرابك عرفه فحجبه واذن للحسين، فلما دخل وجد رائحة الشراب مع الطيب، فقال لِلّٰه در طيبك هذا، ما أطيبه، وما كنت أحسب أحدا يتقدمنا في صنعة الطيب؟ فما هذا يا ابن معاوية؟ فقال: يا ابا عبد اللّٰه! هذا طيب يصنع لنا بالشام ثم دعا بقدح فشربه ثم دعا بقدح آخر فقال اسق ابا عبد اللّٰه يا غلام! فقال الحسين: عليك شرابك ايها المرأ! لاعين عليك مني فشرب.

(ص ۶۱ ج ۱۴ کتاب اغانی، خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۶ و ۳۷۷)

یزید نے جب اپنے والد کے زمانہ خلافت میں حج کیا تو مدینہ آ کر شراب نوشی کر رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت حسین بن علیؓ نے آنے کی اجازت چاہی (یزید) نے شراب لانے کا حکم دیا پھر ہٹوا دیا کیونکہ اس سے کہا گیا کہ (حضرت ابن عباسؓ کو اگر تمہاری شراب کی بو آ گئی تو پہچان جائیں گے اس لئے شراب کو چھپا دیا پھر حضرت حسینؓ نے آنے کی اجازت چاہی وجب داخل ہوئے تو انہیں خوشبودار شراب کی خوشبو آئی تو انہوں نے (حسینؓ) نے یزید سے کہا: تمہاری یہ خوشبو کیسی اچھی ہے؟ مجھے تو یہ گمان بھی نہ تھا خوشبو کی صنعت میں کوئی ہم سے سبقت لے جائے گا، اے ابن معاویہ! یہ کیا خوشبو ہے (یزید) نے کہا: اے ابو عبداللہ یہ خوشبو ہمارے شام میں بنائی جاتی ہے، پھر انہوں نے ایک پیالہ منگایا اور پیا پھر ایک اور پیالہ منگا کر چھوکرے سے کہا: یہ ابو عبداللہ کو پلاؤ، اس پر حضرت حسینؓ نے کہا: اے شخص! یہ شراب تم اپنے ہی لئے رہنے دو، میری نظریں تم پر نہیں (گویا میں منہ پھیر لیتا ہوں) تم پیتے جاؤ پھر انہوں نے پی لی۔ (ترجمہ بھی عباسی صاحب کا ہے)

یزید کے لاابالی پن پر حضرت معاویہؓ کی نصیحت:

یہ روایت بتاتی ہے کہ یزید کی شراب نوشی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی شروع ہوچکی تھی، وہ بھلے واقف نہ ہوں لیکن حضرت حسینؓ کے علم میں یہ بات آچکی تھی، یزید کے سلسلہ میں طبرانی کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ یزید کی شراب نوشی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوچکی تھی، جبکہ وہ بالکل نوعمر تھا اور نوعمروں کی طرح آزاد اور بے قید زندگی گزارتا تھا، حضرت معاویہؓ نے دیکھا تو نہ تھا لیکن کچھ ایسا محسوس کیا تو نصیحت ضرور کی اور سمجھایا بجھایا بھی تھا۔ گویا اس وقت اس کا فسق وفجور نہ سب کو معلوم تھا اور نہ ہی اعلانیہ یہ کام کرتا تھا، فاسق تو تھا لیکن فاسق مجاہر نہ تھا، فاسق مجاہر تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور رازدارانہ طور پر درپردہ جو کچھ وہ کرتا تھا اب کھل کر اعلانیہ کرنے لگا تھا اس لئے مدینہ سے شام جانے والے وفد نے بلا اختلاف اس کی شراب نوشی کی خبر دی اور بیعت توڑ کر بغاوت وخروج پر تل گئے۔

اس موقع پر جو سب سے بڑی غلطی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی علیہ الرحمہ نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی طرف سے صفائی پیش کرنے میں بڑے بڑے علم کے سورماؤں کو بھی انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا ہے، لکھتے ہیں:

ہاں (۱) یہ بالکل صحیح ہے کہ اس نے قاتلین حسینؓ کو کوئی سزا نہیں دی، نہ ان عمال وامراء کو معزول کیا جس سے یہ ناروا حرکت اور شدید ترین شرعی جرم سرزد ہوا؛ بلکہ زبانی یا تحریر طور پر ان کو اس پر ملامت کرنا بھی ثابت نہیں، بے شک یہ سارے الزامات ہیں؛ لیکن یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہئے کہ یزید اس وقت تک کوئی فاسق مجاہر نہیں تھا، اسی طرح کوئی ولی کوئی ممتاز صالح ومتقی کوئی بڑا پاک باز متشرع بھی نہیں تھا، اسی کے ساتھ امارت وحکومت کو کسی طرح ہاتھ سے دینے کے لئے تیار نہ تھا، اس لئے اس سے یہ توقع کہ حضرت حسینؓ کے واقعہ کے بعد شریعت ومذہب کے تقاضوں کو پورا کرے گا، ایک بے محل توقع

ہے''۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۴۵)

عرض یہ ہے کہ یزید آپ کے خیال میں زندگی کے آخری دن تک فاسق مجاہر ہوا ہی نہ تھا تو آپ نے یہ کیوں لکھا یزید اس وقت تک فاسق مجاہر نہ تھا اسی طرح .... وہ فاسق مجاہر کس وقت ہوگیا تھا یہ بھی آپ بتادیتے تاکہ آپ کا عقیدہ یزید کے متعلق معلوم ہوجاتا؟

مولانا اعظمیؒ اور بے جا جرأت مندانہ تحریر:

مولانا اعظمیؒ نے یہاں پر تو غضب ہی کر دیا کہ جس سوال کا جواب حافظ ابن کثیرؒ، اور علامہ ابن تیمیہؒ نہ دے سکے، آپ نے کتنی آسانی سے حل فرمادیا اور یزید جہاں آکر بری طرح پھنس رہا تھا اور ابن کثیر اور ابن تیمیہ جیسے لوگ جہاں آکر خاموش ہوجاتے تھے، وہاں آپ نے یزید کو اس دلدل سے نکال دیا۔ دیکھئے یہ سوال ابن کثیر اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ نے بھی اٹھایا ہے، قتل حسینؓ میں اگر وہ بالکل بے قصور ہے، جو قصوروار تھا ان کو اس نے سزا کیوں نہیں دی؟ نہ عہدے سے ان لوگوں کو ہٹایا، نہ ہی عہدہ سے گرایا نہ کوئی قصاص یا بدلہ لیا؟ اس سے یزید کی قتل حسینؓ سے براءت مشکل ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

ولكن لم يعزله على ذالك ولا عاقبه ولا ارسل، يعيب عليه ذالك والله اعلم. (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۸۴)

لیکن اس پر اس کو معزول نہیں کیا نہ اس کو سزا دی نہ اس پر اس کو عیب لگایا۔

اور علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

لكنه هو لم يامر بقتله ولم يظهر الرضا به ولا انتصر من قتله.

(منہاج السنۃ ج۴ ص۹۷/تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص۴۴)

---

(۱) مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج۳ ص۴۱۱ پر لکھتے ہیں: **لكنه مع هذا لم يظهر منه انكار قتله والانتصار به والأخذ بالثار الذى كان هو الواجب عليه وسار أهل الحق يلومونه على تركه للواجب مضافاً إلى أمور اخرى.**

لیکن اس نے اس کا حکم نہیں دیا، نہ اس پر رضا ظاہر کی اور نہ اس کا بدلہ قاتل سے لیا۔

اس سوال کو ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن کثیر دونوں نے اٹھایا ہے لیکن البدایہ والنہایہ کی تمام جلدوں کو پڑھ جایئے اور منہاج السنہ کی چاروں جلدوں کا بھی مطالعہ کر جایئے اور اس کا ملخص المنتقی بھی پوری مکمل پڑھ جایئے، اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملے گا؛ کیونکہ جواب سے ان اکابر علماء کے زمانہ تک نقل تاریخ سے بھی کوئی کمزور سے کمزور نقل نہیں مل سکتی تھی، جواب دیتے تو کہاں سے دیتے؟ اور یہاں یزید کی طرف سے صفائی پیش کرنے والے بڑے سے بڑے علماء سب کے سب خاموش نظر آتے ہیں، البتہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے اس شکل کو بھی بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

''پھر اسی طرح کے واقعات قتل کو عام واقعات پر قیاس کرنا حقائق سے چشم پوشی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ قتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل سے کہیں بڑھ کر تھا اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اقرار تھا کہ وہ ظلماً شہید کئے گئے؛ مگر انہوں نے سر برآرائے خلافت ہونے کے بعد نہ قاتلین عثمانؓ کو سزا دی، نہ اس کو اپنی جماعت سے الگ کیا؛ بلکہ سب سے پہلے جس شخص نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی وہ بلوائیوں کا سرغنہ تھا اور وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۵)

اس جگہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے ایک غلط فہمی تو یہ پھیلانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے خلیفۂ مظلوم کے شہید کرنے والے بلوائیوں کے سردار اشتر نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، حالانکہ یہ بات کہی تو گئی ہے مگر متفق علیہ نہیں؛ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے حضرت طلحہؓ ہیں، اشتر نہیں ہے۔

وكان أول من بايعه طلحة بيديه الشلّاء. (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۴۰۰)

طلحہ بن عبداللہ اول بیعت کرنے والے ہیں اپنے شل ہاتھ سے۔

اور پہلے بھی لکھ چکے ہیں:

ان اول من بايعه طلحة بيده اليمنى وكانت شلّاء من أحدٍ.

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۹۹)

سب سے پہلے بیعت کرنے والے طلحہ ہیں اپنے داہنے ہاتھ سے جو جنگ احد میں شل ہو گیا تھا۔

لیکن سب سے بڑی بات جو مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے کہہ ڈالی ہے اور وہ قیاس مع الفارق کے علاوہ حقائق سے بھی چشم پوشی ہے، وہ قتل حسینؓ کو قتل عثمانؓ پر قیاس کرنا ہے؛ حالاں کہ قتل عثمانؓ کا واقعہ حضرت علیؓ کے دور اقتدار یا زمانہ خلافت میں پیش ہی نہیں آیا تھا اور حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ یزید کی خلافت اور دور اقتدار میں پیش آیا تھا، اس لئے اس واقعہ کو شہادت عثمانؓ کے واقعہ پر قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں ہے

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا اقتدار متحدہ طاقت کی صورت میں نمودار ہی کب ہوا؟ حضرت معاویہؓ نے آخر دم تک نہ خلیفہ برحق تسلیم کیا نہ طاقت کو متحد ہونے دیا، اس لئے حضرت علیؓ نے کبھی قصاص لینے یا قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے سے انکار نہ کیا وہ تو ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اے معاویہؓ! آپ ہم کو خلیفہ برحق تسلیم کیجئے اور طاقت متحد بنایئے تو ہم قصاص کی کارروائی، عمل میں لانے کے لائق ہوں گے، ایک طرف آپ ہم سے جنگ کر رہے ہیں ایسی حالت میں ہم دوسروں کو چھیڑ کر مزید بغاوت اور انتشار کا شکار ہو جائیں گے اور یہاں یزید کی طاقت متحد تھی، قتل حسینؓ کے بعد تو عراق مصر حجاز سب متحد تھے، دو سال تک کہیں نہ کوئی بغاوت اٹھی نہ متحدہ قوت میں کوئی انتشار پیدا ہوا، جو علاقہ حضرت معاویہؓ کے دور میں متحد تھا وہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد تک متحد رہا اور سب کے سب یزیدی دور تک متحد رہے، اس لئے طاقت بھی متحد تھی، پھر بغاوت اور انتشار پھیلنے کا بہانہ اور وہم تو کیا جا سکتا ہے؛ لیکن اس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں، دو سال بعد ۶۳ھ میں پہلی مرتبہ اہل

مدینہ نے بغاوت کی ہے، اب متحدہ قوت میں انتشار پیدا ہوا ہے، اس حالت کو حضرت علیؓ کی حالت پر قیاس کرنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔

اس لئے مولانا اعظمیؒ نے یزید کی صفائی میں وہ کمال کر دکھایا ہے جو ابن کثیر اور ابن تیمیہ سے بھی نہ ہوا۔ حالانکہ شیعوں کا رد جوان بزرگوں نے کیا ہے وہ مولانا اعظمی کے حصہ میں نہیں آیا ہے، اس لئے بلاخوف وتردید کہتا ہوں کہ مولانا اعظمی میں یزید کی حمایت اور اس کی براءت کا کچھ زیادہ ہی جذبہ پایا جاتا ہے، جو اہل سنت کے موقف سے کسی طرح میل نہیں کھاتا ہے اور جو جذبہ صحابہ کو مطعون کئے بغیر درست ہو ہی نہیں سکتا۔

مدینہ منورہ کے صحابہؓ وتابعینؒ کو قتل کرنے، اور حرمت مدینہ کو پامال کرنے کی طاقت یزید کے پاس تھی؛ لیکن انتقام حسینؓ کی نہ طاقت تھی، نہ قوت، بلکہ بغاوت وانتشار کے پھیلنے کا ڈر اور خوف اس کو کھائے جا رہا تھا، یہ بات کسی طرح تسلیم کرنے کے لائق نہیں ہے، یہ بات مولانا اعظمی ہی کی عقل تسلیم کرسکتی ہے اور بس۔

اور واقعۂ حرہ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا موقف یزید کو فاسق ماننے بغیر درست نہیں ہوسکتا ہے (۱) اس لئے صحابہ کرام کے احترام وعقیدت کے تحت یزید کا معاملہ آتا ہے جس کا گہرا تعلق اہل سنت کے عقیدہ سے ہے، اس لئے علم کلام میں اس بحث کو لایا گیا ہے صرف متکلمین اسلام کی ذاتی تحقیق سے مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ مولانا اعظمی باور کرانا چاہتے ہیں، بنابریں درج ذیل سطریں صرف سخن سازی ہی ہوسکتی ہیں:

> ''ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہر وہ بات جس کو جامعین عقائد یا شارحین کتب عقائد میں سے کوئی سلف کا حوالہ دیئے بغیر عقائد کی کتابوں میں اپنی رائے کے طور پر لکھ دے اس کو عقیدے کا درجہ نہیں دیا جاسکتا''۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۲۳)

اس پر صرف اتنا عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے حوالے سے، اہل سنت والجماعت کے جو عقائد، امام طحاویؒ نے اپنی کتاب ''العقیدۃ

الطحاویۃ'' کے نام سے لکھی ہے، اس کی عبارت ہے:

ولا نری الخروج علی ائمتنا وولاۃ أمورنا وإن جاروا.

نہ ہم اپنے ائمہ پر خروج کرتے ہیں نہ اپنے والیوں پر خروج کرتے ہیں اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں۔

اور اس مسئلہ کے تحت فاسق حکمرانوں کی بحث تفصیل کے ساتھ جن جن عقائد کی کتابوں میں لکھی گئی ہے، وہاں یزید اور اس کے خلاف اہل حرہ کا نام لیکر یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے، جس کو مصنفین کتب کی ذاتی تحقیق کہنا بالکل غلط ہے، اصولِ عقائد میں یہ مسئلہ نہیں ہے، لیکن فروعِ عقائد میں داخل ہے، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا اس کو عقائد سے خارج کرنا کسی طرح درست نہیں ہے ورنہ پھر صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا کوئی موقف نہ ہوگا جس کا جی چاہے گا جس صحابی کو جھوٹا بنادے گا جیسا کہ متعدد صحابہ کرام مثل عبداللہ بن مطیعؓ اور معقل بن سنانؓ ابوعمرو بن حفصؓ محمد بن ابی جہمؓ حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کو مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے دانستہ یا نادانستہ جھوٹا اور غلط کار اور فتنہ باز بناڈالا ہے اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کے لئے الفصل فی الأہواء والملل والنحل ج۴ صفحہ ۱۷۵ اور علامہ حسن علی کی صحیح شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۲۱۰ ودیگر کتب عقائد دیکھیں۔

خلاصۂ کلام:

میں نے اختصار کی وجہ سے بہت سے مباحث کو سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہے اور کچھ مسائل اس لئے بھی چھوڑ دیئے کہ ان کی اچھی خاصی بحث پہلے بعض کتابوں میں کردی

(۱) علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ قتال فتنہ وجنگ حرہ پر بحث کے دوران لکھتے ہیں: وکان افاضل المسلمین ینھون عن الخروج والقتال فی الفتنۃ کما کان عبد اللّٰہ ابن عمرو سعید بن المسیب وعلی ابن الحسین وغیرھم ینھون عن الخروج علی یزید ...... ولھذا استقرّ امر اھل السنۃ علی ترک القتال فی الفتنۃ ...... وصاروا یذکرون ھذا فی عقائدھم ویأمرون بالصبر علی جور الأئمۃ وترک قتالھم وان کان قد قال فی الفتنۃ خلق کثیر من اھل العلم والدین. (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۴۱)

گئی ہے مثلاً حدیث قسطنطنیہ کی بحث مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق صدر مفتی دار العلوم دیو بند نے ''حقیقت یزید'' نامی اپنے کتابچہ اور مولانا سید لعل شاہ بخاری نے تفصیل سے گفتگو فرمادی ہے، اس کو پڑھنے کے بعد کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور اگر کچھ شبہات ہوتے بھی ہیں تو ان کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

البتہ فسق یزید پر میں نے گفتگو کو محدود رکھنے کی کوشش کی ہے اور اس میں لعن یزید کا مسئلہ میں نے الگ کردیا ہے، وہ بھی میرے موضوع سے خارج ہے، فسق یزید اور لعنت فاسق دو الگ الگ مسئلے ہیں، میرا موقف لعنت یزید میں عدم جواز ہے؛ لیکن اس سے فسق یزید کا عدم ثبوت نہیں ہوتا، البتہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی دونوں مسئلہ کو ایک سمجھتے ہیں، اس لئے انہوں نے لکھ مارا ہے:

''اور جواز لعن کو اس عبارت میں ابن حجر مکی نے صراحتاً مختلف فیہ بتایا ہے، لہٰذا مہتمم صاحب کے اصول سے فسق یزید کا مختلف فیہ ہونا خود ابن حجر ہی کی عبارت سے ثابت ہوگیا۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۸۱،۸۲)

غور فرمایئے اگر کہا جائے کہ لعنت حجاج بن یوسف اور مختار ثقفی یا کسی متعین فرد پر جائز نہیں تو اس سے ان لوگوں کا فسق بھی مختلف فیہ ہوجائے گا یا فسق اپنی جگہ متفق علیہ رہے گا، مولانا اعظمی کی فہم کو ہم جیسے کم علم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے جرم سے مولانا اعظمی نے قتل عثمانؓ پر قیاس کرکے یزید کو غیر مجرم اور بالکل بری کرنا چاہا ہے، اس کے لئے اپنی خود ساختہ عقل کا استعمال فرمایا اور خالعین یزید کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔

اب مدینہ اور اہل مدینہ کی بے حرمتی لوٹ مار اور غارتگری کو مبالغہ اور تاریخ کا مبالغہ بتائیں تو اخیر میں حدیثی سند سے ایک روایت پڑھ لیں تا کہ یزیدی لشکر نے مدینہ کا جو حال بنادیا تھا، اس کا منظر کچھ سامنے آجائے، محدث دارمی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں اور روایت مشہور درسی کتاب مشکوۃ کی کتاب الفتن باب الکرامات میں بھی موجود ہے، آسانی

سے دیکھ سکتے ہیں:

وعن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان ايام الحرة لم يؤذن فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم ثلاثا ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب المسجد وكان لا يعرف وقت الصلاة الابهمهمة يسمعها من قبر النبى صلى الله عليه وسلم. رواه الدارمى.

(مشکوۃ ج۲ص۵۴۵)

سعید ابن عبد العزیز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: جب حرہ کے دن آئے، تین دن مسجد نبوی میں نہ اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی اور سعید بن مسیّب نے مسجد نبوی نہیں چھوڑی اور وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایسی دھیمی آواز سے جو قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام سے سنتے تھے۔

یزیدی فوج کا قہر مدینہ منورہ پر:

تین دن تک یزیدی فوج نے لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا اس طرح مدینہ منورہ میں بازار گرم رکھا کہ مسجد نبوی میں نہ جماعت ہوسکی نہ اذان واقامت ہوپائی حتی کہ قبر اطہر سے ہلکی آواز حضرت سعید بن المسیب نے سنی، محدث بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہی روایت موجود ہے، جس میں تصریح ہے کہ یہ ہلکی آواز جو سنی گئی تھی وہ قبر اطہر سے اذان کی ہی آواز آرہی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ یزیدی فوج کی حرکتوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے چین وپریشان تھے، مولانا محمد ادریس کاندھلوی علیہ الرحمہ علامہ طیبی کے حوالہ سے مشکوۃ کی شرح التعلیق الصبیح میں لکھتے ہیں:

قال الطيبى هو يوم مشهور فى الاسلام ايام يزيد بن معاوية لما نهب المدينةَ عسكر اهل الشام، ندبهم قتال اهل المدينة من الصحابة والتابعين وامر عليهم مسلم بن عقبة المرى فى ذى الحجة ٦٣ ثلاث وستين. (التعلیق الصبیح ج۷ص۲۱۹)

علامہ طیبی فرماتے ہیں اسلام میں ایک مشہور واقعہ ہے جو یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں پیش آیا جب شام کی ایک فوج نے مدینہ کو لوٹا تھا اور مدینہ کے صحابہؓ وتابعینؒ کے ساتھ جنگ کا ماحول بنایا گیا تھا، اس فوج کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ مری کو بنایا گیا تھا اور ذی الحجہ ۶۳ھ کو قتال واقع ہوا۔

یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا مشہور ومتواتر واقعہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، اس کا شکار وہ صحابہ وتابعین ہوئے جنہوں نے یزید کی بیعت توڑی اور اس کے خلاف خروج کیا کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ یزید فاسق ہو چکا ہے شراب پیتا ہے تو جب واقعہ مشہور ومتواتر ہے تو صحابہ وتابعین کا بغاوت کرنا اور یزید کا شراب پینا یہ بھی مشہور ومتواتر ہی ہوا؛ کیوں کہ اس کے بغیر صحابہؓ وتابعینؒ کا بیعت توڑنا اور قتل وقتال کا واقع ہونا درست ثابت ہو ہی نہیں سکتا ہے، یہ فوج جو یزید نے بھیجی تھی اس کا کمانڈر مسلم بن عقبہ مری تھا اور اس کو یزید نے تین دن تک مدینہ کو لوٹنے اور قتل وغارت گری کا حکم دے رکھا تھا اور مسلم بن عقبہ یزید کی بیعت بھی ان الفاظ میں لیتا تھا، اس کی بھی سنئے۔

حدثنی الزبیر قال قال عمی مصعب بن عبد اللّٰه کان مسرف بن عقبة بعد ما اوقع باهل المدینة یوم الحرة فی إمرة یزید بن معاویة ونهبها ثلاثا أتی بقوم من اهل المدینة فکان اول من قدم الیه محمد بن ابی جهم فقال له: بایع امیر المؤمنین یزید علی انک عبدٌ قنٌّ ان شاء أعتقک وان شاء ارقّک؟ قال: أعوذ بالله، ولکنی أبایعه علی انّی ابن عم کریم حُرّ فقال اضربوا عُنُقه. (جمہرۃ نسب قریش وأخبارہا ج۲ ص۴۷)

زبیر بن بکار نے بیان کیا کہ میرے چچا مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مسرف بن عقبہ نے یزید بن معاویہ کی حکومت میں واقعہ حرہ کے دن مدینہ والوں کے ساتھ جو کرنا تھا کیا اور تین دن مدینہ کو لوٹتا رہا تو اس کے پاس مدینہ کے کچھ

لوگ لائے گئے تو سب سے پہلے محمد بن الجہم پیش کئے گئے تو ان سے مسرف بن عقبہ نے کہا: تم امیر المؤمنین یزید کی بیعت اس بات پر کرتے ہو کہ تم غلام اور زرخرید بندے ہو اگر وہ چاہیں تو تم کو آزاد کردیں اور چاہیں تو غلام بنا کر رکھیں؟ تو محمد بن ابی الجہم نے کہا: میں بیعت اس بات پر کروں گا کہ میں آزاد شریف چچا کا بیٹا ہوں تو مسرف بن عقبہ نے کہا اس کی گردن ماردو۔ (پھر قتل کردیئے گئے)۔

یہ بھی سن لیجئے کہ یہ یزیدی کمانڈر مسلم بن عقبہ مری اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کررہا تھا اس کو اپنی زندگی کا بڑا کارنامہ اور بڑی عبادت سمجھ کر کررہا تھا، چنانچہ جب مرنے لگا تو اس نے بقول حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ یہ دعا مانگی تھی۔

اللهم انی لم اعمل عملاً قط. بعد شهادة ان لا اله الا اللّٰه وان محمداً رسول اللّٰه احب الیّ من قتل اهل المدینة واجزی عندی فی الآخرة وان دخلت النار بعد ذلک انی لشقی ثم مات قبحه اللّٰه ودفن بالمشلّل. (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۱۷و۳۱۸)

اے اللہ میں نے کبھی کوئی عمل کلمہ شہادت کے بعد اہل مدینہ کے قتل سے زیادہ محبوب عمل نہیں کیا ہے، اب اگر اس کے بعد جہنم میں ڈالا جاؤں تو میں بہت شقی اور بدنصیب ہوں اس کے بعد انتقال کرگیا۔ خدا اس کا برا کرے۔ اور مقام مشلل میں دفن کیا گیا۔

یزید کے فاسق نہ ہونے پر مولانا اعظمیؒ کی دلیل:

یزید کی صفائی اور اس کی تعریف کے لئے مولانا اعظمی فرماتے ہیں:

''اور اس سے بڑھ کر کہ مجتہد مطلق خلیفۂ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز یزید کے حق میں دعائے رحمت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابراہیم بن ابی عبد (ابن ابی علیہ) کا قول نقل کیا ہے کہ:

سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية

(میں نے عمر بن عبدالعزیز کو یزید کے حق میں دعائے رحمت کرتے خود سنا)''

(تبصرہ برشہید کربلاو یزید ص۹۲)

عرض یہ ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے کہاں سے نقل کیا، کسی کتاب کا حوالہ دیا نہیں کہ اس کی سند دیکھی جا سکے کہ کیسی ہے، ابن حجر محمد ابراہیم ابن ابی عیلہ کے آٹھ سو سال بعد کے ہیں، مسند نقل نہیں نہ کتاب کا حوالہ دیا، پھر اس پر کسی مسئلہ کی بنیاد کیوں کر رکھی جا سکتی ہے؟ اور اگر صحیح بھی تسلیم کرلیں تو اس عمل سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز یزید کو مسلمان سمجھتے تھے، اس سے اس کا عادل ثقہ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا، یزید کی نماز جنازہ تو پڑھی ہی گئی تھی، اس میں بھی دعائے رحمت کی گئی، آج کے گئے گزرے زمانہ میں کسی فاسق کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ کہہ دیا جاتا ہے یہی رحمۃ اللہ اگر بعد (۱) موت کہہ دیا گیا تو اس سے ثابت ہوجائے گا کہ جس کو رحمۃ اللہ علیہ کہا گیا وہ فاسق نہیں ہے؟ ہمارے آج کل کے عرف میں سارے مردہ مسلمان کو رحمۃ اللہ علیہ یا رحمہ اللہ نہیں کہتے بلکہ صالح بزرگ متقی پرہیزگار کو کہا جاتا ہے، کسی فاسق یا گنہگار کو عرف میں رحمۃ اللہ علیہ یا رحمہ اللہ نہیں کہتے ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی عرف ہو؟ اس لئے صرف اس عمل سے یزید کے فاسق نہ ہونے پر استدلال کرنا دلیل نہیں بن سکتا۔

اس لئے حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس روایت کو کسی چیز کے لئے دلیل نہیں بتایا ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی دوسری کارروائی ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں:

---

(۱) ممکن ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر قیاس کیا ہو: عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم أتي برجل قد شرب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اضربوه قال: فمنّا الضارب بيده ومنّا الضارب بنعله والضارب بثوبه فلمّا انصرف قال بعض القوم أخزاک الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقولوا هكذا، لا تعينوا عليه الشيطان ولكن قولوا رحمک الله. (مسند احمد ج۲ ص۲۹۹-۵۷۰)

''حیرت ہے کہ یزید کے باب میں غلو کرنے والے لوگ عمر بن عبدالعزیز کے اس اثر کو اچھالتے پھرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو صرف اس بنا پر بیس کوڑے مارے کہ اس نے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا تھا اور اسی اثر کے ساتھ ساتھ لسان المیز ان میں یہ مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز یزید کے لئے دعائے رحمت کرتے تھے تو اس کا کوئی نام بھی لینا گوارا نہیں کرتا؛ حالانکہ کوڑے مارنے کی روایت بہت محل نظر اور محتاج تحقیق ہے اس لئے کہ ابن کثیر نے ابراہیم بن میسرہ کا قول نقل کیا ہے۔

ما رأيت عمر بن عبد العزيز ضرب انسانا قط الا انسانا شتم معاوية فإنه ضرب اسواطا. ۱۳۹/۸

یعنی میں نے عمر بن عبدالعزیز کو کبھی بھی کسی کو انسان کو مارتے نہیں دیکھا بجز اس کے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ کے حق میں بدگوئی کی تھی تو عمر بن عبد العزیز اس کو چند کوڑے مارے تھے)

یہ روایت اس روایت کو بالکل مشکوک بنادیتی ہے جس میں یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر کوڑے مارنے کا ذکر ہے، اس لئے کہ دوسری روایت میں ایک دفعہ کے سوا کوڑے مارنے کی قطعاً نفی کی گئی ہے''۔ (تبصرہ برشہید کربلاو یزید ص۹۲)

حالانکہ شک وتردد کسی طرح درست نہیں ہے، نہ اس کی کوئی وجہ ہے؛ غور کرنے سے دونوں باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں، ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوڑے مارے، اس لئے ان کے نہ دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو کبھی مارا بھی نہ ہو، بہت ممکن ہے کہ کوڑے کسی کو مارے ہوں؛ لیکن ان کو معلوم نہ ہوں اور انہوں نے نہ دیکھا ہو؟ کیا ضروری ہے کہ جب جب عمر بن عبدالعزیز نے کسی کو کوڑے لگائے ہوں ابراہیم بن میسرہ وہاں موجود ہوں اور انہوں نے ہر مرتبہ دیکھا ہو؟ بہت مرتبہ ایک کام کوئی دیکھتا ہے اور دوسرا کرتے ہوئے اس کام کو نہیں دیکھتا، ہر ایک اپنے

علم کے مطابق روایت کرتا ہے، حدیثوں میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں، بنابریں کوڑے مارنے اور کسی کے مارتے نہ دیکھنے میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف؛ بلکہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہوسکتی ہیں، اس لئے نہ کسی کوشک کی گنجائش ہے اور نہ کوئی تردد کی بات ہے۔

حافظ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ دونوں باتوں (حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخی پر پٹائی اور یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر پٹائی) کو جمع کرتے ہوئے حدیث تسلیم کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

وعمر بن عبد العزيز بأنَّ رجلا نال من معاوية بحضرته فضربه ثلاثة اسواط مع ضربه لمن سمى ابنه يزيد "امير المؤمنين" عشرين سوطا كما سياتي، فتأمل فرقان ما بينهما. (الصواعق المحرقۃ ص۲۲۱)

اور عمر بن عبد العزیز کے سامنے حضرت معاویہؓ کو ایک شخص نے برا بھلا کہا تو اس کو آپ نے تین کوڑے مارے اور جس نے حضرت معاویہؓ کے لڑکے یزید کو امیر المؤمنین کہدیا تو آپ نے بیس کوڑے مارے دونوں باتیں درست ہیں اب غور کرو کہ حضرت معاویہ اور یزید دونوں میں کتنا فرق ہے۔

یعنی ابن حجر مکی کے نزدیک دونوں باتوں میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ کوئی تضاد ہے بلکہ یہ دونوں روایتیں حضرت عمر بن عبد العزیز کے خیال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان فرق پر دلالت کرتی ہے۔

لیکن مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے نزدیک دونوں روایتوں کا صحیح ہونا درست نہیں دونوں ایک دوسرے کو مشکوک بناتی ہیں اور آپس میں تضاد واختلاف پیدا کرتی ہے۔

واقعۂ حرہ نا قابل انکار اور حدیث میں اس کی پیشین گوئی:

واقعہ حرہ بقول علامہ طیبیؒ وملا علی قاریؒ ومولانا ادریس کاندھلویؒ مشہور ومعروف ہے اور غور سے پڑھیے تو اس کی پیشین گوئی احادیث مبارکہ میں کردی گئی تھی، تمام صحابہ کو بھلے ہی اس کا علم نہ تھا لیکن کچھ لوگ اس سے واقف ضرور تھے، بخاری میں ہے:

سمعت اسامة رضى الله عنه قال: اشرف النبى صلى الله عليه وسلم على أطم من آطام المدينة فقال هل ترون ما أرى؟ انى لأرى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر.

(بخاری جلد اول ص۲۵۲) کتاب فضائل المدینۃ باب آطام المدینۃ۔

میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرمارہے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ کی طرف دیکھا اور کہا: جو میں دیکھ رہا ہوں کیا تم دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہارے گھروں میں فتنہ کو بارش کے قطروں کی طرح گرتے دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے قتل عثمان غنیؓ کے ساتھ واقعہ حرہ کو بھی اس پیشین گوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وهذا من علامات النبوة لأخباره بما سيكون وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولا سيّما يوم الحرة.

(فتح الباری ج۴ ص۱۱۷)

یہ نبوت کی نشانیوں سے ہے کیوں کہ جو آنے والے زمانہ میں ہونے والا تھا اس کی خبر ہے اور ایسا ہی ظاہر بھی ہوا اس کا مصداق حضرت عثمان غنیؓ کا قتل ہے اور اسی طرح ہوتا رہا اور اس کا خاص مصداق حرہ کا واقعہ ہے۔

اور علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ بعینہ یہی الفاظ لکھ رہے ہیں:

وهذا من علامات النبوة لأخباره بما سيكون وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان رضى الله تعالىٰ عنه وهلم جرا ولا سيما يوم الحرة. (عمدۃ القاری ج۱۰ ص۳۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یہ حدیث نبوت کی علامات میں سے ہے؛ کیونکہ اس میں آئندہ آنے والے حادثہ کی خبر ہے اس کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اسی

طرح کا سلسلہ جاری رہا، خاص اس کا مصداق واقعہ حرہ ہے۔

اور ایک صحیح مرسل روایت میں آیا ہے:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج فی سفر من اسفارہ فلما مر بحرَّة زھرة وقف فاستر جع فساء ذلک من معه، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اما ان ذالک لیس من سفرکم ھذا، قالوا ما ھو یا رسول اللّٰہ! قال یقتل بھدہ الحرة خیار أمتی بعد أصحابی. (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص ۴۱۷، البدایہ والنہایہ ج۶ص ۳۴۷)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسفار میں سے کسی سفر پر (مدینہ سے) نکلے حرہ زہرۃ (حرہ واقم) سے گزرے تو ٹھہر کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا آپ کے ساتھ جو لوگ تھے ان کو یہ کوئی غم کی بات لگی، اس پر حضور نے فرمایا: تمہارے اس سفر پر اناللہ وانا الیہ راجعون نہیں کہا تب لوگوں نے کہا یارسول اللہ پھر کیا معاملہ ہے؟ تب آپ نے فرمایا: اس حرہ میں میری امت کے صحابہ کے بعد بہترین افراد قتل کئے جائیں گے۔

امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر علیہما الرحمہ دونوں اس حدیث کو مرسل قرار دیتے ہیں؛ لیکن حضرت ابن عباس کی ایک دوسری روایت جو آگے آرہی ہے، اس سے امام بیہقی تائید کر رہے ہیں، فرماتے ہیں:

ھذا مرسل وقد روی عن ابن عباس فی تاویل آیة من کتاب اللّٰہ عز وجل ما یو کدہ. (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص ۴۱۷)

یہ روایت مرسل ہے لیکن کتاب اللہ کی ایک آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے جو منقول ہے، وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

اور حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے واقعہ حرہ کی پیشین گوئی اس کو قرار دیا، چنانچہ ابن کثیر نے اس روایت پر عنوان قائم کیا ہے۔

ذکر الاخبار عن وقعة الحرة التی کانت فی زمن یزید ایضاً.

(البدایہ والنہایہ ج۶ص ۳۴۷)

واقعہ حرہ کے خبر دینے کا ذکر جو یزید ہی کے زمانہ میں پیش آیا ہے۔

پھر اس واقعہ کو انہوں نے محدث یعقوب بن سفیان کے حوالہ سے نقل کر کے فرمایا ہے: **ھذا مرسل**

اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت بھی بحوالہ یعقوب بن سفیان نقل کی ہے اور امام بیہقی نے اپنی ہی سند سے حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے وہ روایت یہ ہے:

عن ابن عباس قال جاء تاویل ھذہ الایة علی رأس ستین سنة (ولو دخلت علیھم من اقطارھا ثم سُئلوا الفتنة لأ توھا. (الاحزاب ۱۴)

قال: لا عطوھا یعنی ادخال بنی حارثة اھل الشام علی اھل المدینة. (البدایہ والنہایہ ج۶ص ۳۴۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص ۴۱۷)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کی ساٹھ سال کے بعد تفسیر ہوئی کہ (اگر ان پر مدینہ کے اطراف سے داخل ہوا جائے اور پھر فتنہ کا سوال کیا جائے تو وہ اس پر آجائیں گے یعنی بنی حارثہ کے فتنہ پر اہل شام کو داخل کردیں گے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وھذا إسناد صحیح إلی ابن عباس وتفسیر الصحابی فی حکم المرفوع عند کثیر من علماء. (البدایہ والنہایہ ج۶ص ۳۴۷)

''ابن عباسؓ تک اس کی سند صحیح ہے اور صحابی کی تفسیر بہت سے علماء کے نزدیک مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے''۔

اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور اکثر علماء کے قول پر اگر اس روایت کو مرفوع مانا جائے پھر تو سن ساٹھ ہجری کی تعیین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے، گو سن ساٹھ ہجری کا تعین حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوسعیدؓ خدری اور حضرات

ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں سے (جو مرفوع کے درجہ میں ہیں) ہوتا ہے۔

اس لئے ۶۰ھ کے لئے صرف حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک ہی حدیث نہیں؛ دو حدیثیں حضرت سعیدؓ خدری اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم کی موجود ہیں، اور حضرت ابن عباسؓ کی تو اس کے علاوہ بھی ایک حدیث موجود ہے۔

سر مبارک شام لے جایا گیا یا نہیں؟

اسی نام سے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تبصرہ بر شہید کربلا ویزید کے صفحہ ۷۱ پر ایک عنوان قائم فرمایا ہے، اور اس کے تحت رقم طراز ہیں:

''نیز علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ شہیدؓ کربلا کا سر مبارک شام لے جایا گیا یا نہیں، چنانچہ اس کو مہتمم صاحب (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ) نے بھی تسلیم کیا ہے؛ مگر اس کے بعد جو بات انہوں نے لکھی ہے وہ ان کے علم وفضل کے بالکل منافی ہے یعنی یہ کہ ابن کثیر نے لے جانے کو ترجیح دی ہے حالانکہ یہ ابن کثیر پر صریح افترائیے، ابن کثیر نے اس کو اشھر (مشہور تر) ضرور کہا ہے دیکھو ۸/۲۰۴ اور اگر ۸/۱۹۲ کی عبارت میں تحریف نہیں ہوئی تو اظہر بھی کہا ہے؛ لیکن ہر چند کہ زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ان کے نزدیک ہی ہے پھر بھی یہ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سر مبارک شام نہیں لے جایا گیا، چنانچہ وہ خود صراحۃً لکھتے ہیں:

والصحیح انه لم یبعث برأس الحسین الی الشام. (۸/۱۶۵)

یعنی صحیح یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر شام نہیں بھیجا گیا۔

اور اس بات کو حافظ ابن تیمیہ نے بھی لکھا ہے اور اس کے خلاف کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا''۔ (تبصرہ بر شہید کربلا ویزید ص ۷۱و۷۲)

جس بات کو مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور حافظ ابن تیمیہ نے صحیح قرار دیا ہے، وہ خود باطل اور غلط ہے، صحیح اور ثابت شدہ حقیقت یہ ہے کہ سر مبارک شام بھیجا گیا تھا، ابن کثیر اور ابن حجر عسقلانی دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

''علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۱۷۹ میں لکھتے ہیں:

وراس الحسين حمل إلى قدام ابن زياد وهو الذى ضربه بالقضيب على ثناياه وهو الذى ثبت فى الصحيح، واما حمله الى يزيد بن معاوية فباطل واسناده منقطع''. (تبصرہ بر شہید کربلا ویزید ص ۷۱)

یعنی حضرت حسینؓ کا سر ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا اور اسی نے آپ کے دانتوں کو ساتھ چھڑی سے گستاخی کی یہی بات صحیح بخاری سے ثابت ہے اور یزید کے پاس سر مبارک لے جانے کی روایت باطل ہے اس کی اسناد منقطع ہے۔

یہاں پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس روایت کو ابن تیمیہ باطل اور جس کی اسناد کو وہ منقطع قرار دے رہے ہیں، نہ اس کی سند ذکر فرما رہے ہیں اور نہ وہ روایت، نہ ہی وہ یہ بتا رہے ہیں کہ اس کی اسناد میں کن دو راویوں کے درمیان انقطاع ہے ایسے گول مول اور غیر واضح دعوی سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا چونکہ مطلب نکلتا تھا، اس لئے وہ بھی خاموشی سے چپی سادھ کر رہ گئے، وہ بھی نہ سند کا مطالبہ کر سکے اور نہ انقطاع کو بتا سکے کہ کن راویوں میں انقطاع ہے، منہاج السنہ میں بھی اس مقام پر نہ کوئی روایت ہے نہ اس کی سند کا کوئی ذکر ہے، البتہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے جہاں لکھا ہے:

والصحيح انه لم يبعث برأس الحسين الى الشام كما سيأتي.

(ج ۸ ص ۲۳۷)

اس کے پہلے ایک روایت نقل کی ہے جس میں سر مبارک کو شام بھیجنے کا تذکرہ ہے اور وہ روایت آخر سند میں منقطع ہے، وہ روایت نقل کرنے سے پہلے ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کتاب میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا کمال آپ ذہن نشین کرلیں، مولانا موصوف نے ابن کثیر سے **والصحیح انه لم یبعث براس الحسین الی الشام** تک کی عبارت نقل کر دی ہے اور آگے جو **کما سیاتی** کا جملہ تھا اس کو نقل نہیں فرمایا؛ بلکہ اس کو

چھوڑ دیا ہے جس کی مصلحت بہتر وہی جانتے ہوں گے، میرے خیال میں تو اس لئے چھوڑ دیا
کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ابھی اس مسئلہ پر مزید گفتگو آگے آرہی ہے، اسی صحیح پر گفتگو ختم نہیں ہوگئی
سر مبارک شام تک پہونچانے کے لئے ایسی ایک منقطع الاسناد روایت نہیں ہے؛ بلکہ اور
دوسری متصل الاسناد روایتیں اور دیگر بہت سے آثار بھی ہیں، چنانچہ وہ آگے ذکر کردیئے
گئے، اس لئے ابن تیمیہ کا دعویٔ انقطاع غلط ہے اور ان کے انکار کردینے سے کوئی حقیقت
معدوم نہیں ہوجائے گی۔

چنانچہ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

**واما رأس الحسين رضى الله عنه فالمشهور عند أهل التاريخ
وأهل السير أنه بعث به ابن زياد إلى يزيد بن معاوية ومن الناس
من انكر ذلك وعندى الاول اشهر فالله اعلم.**

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۸۵)

بہرحال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر تو مشہور بات اہل تاریخ اور اہل سیر کے
نزدیک یہ ہے کہ اس کو عبیداللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا
اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور میرے
نزدیک حق یہ ہے کہ پہلی بات زیادہ مشہور ہے، پس اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

عندی سے اپنی تحقیق ابن کثیر نے بتادی کہ میرا خیال یہ ہے اگر کسی نے انکار کیا ہے تو
وہ انکار کرتا رہے، مجھے اس سے اتفاق نہیں، یہ انکار کرنے والے ابن تیمیہ ہی ہیں اور ابن
کثیر نے اپنے خیال کی بنیاد اور دلیل پہلے ہی بتادی ہے۔ فرماتے ہیں:

**وقد اختلف العلماء بعدها فى راس الحسين، هل سيّره ابن زياد الى
الشـام إلى يزيد اأم لا؟ على قولين: الاظهر منهما أنه سيّره إليه، وقد
وَرَدَ فى ذلك آثار كثيرة فالله اعلم.** (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۷۱)

اس کے بعد حضرت حسین کے سر کے بارے میں علماء مختلف الخیال ہیں کہ اس کو

عبیداللہ بن زیاد نے یزید کے پاس شام بھیجا یا نہیں دونوں قول ہیں، اس میں
زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے سر کو شام بھیج دیا، اس سلسلے میں بہت
سے آثار وارد ہوئے ہیں۔

اظہر اور اشہر ہونے کی وجہ اور دلیل ابن کثیر علیہ الرحمہ نے یہ بتائی کہ اس سلسلے میں
بہت سارے آثار وارد ہوئے ہیں (جن کا انکار درست نہیں)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اصابہ ج اول ص۳۳۳ پر لکھتے ہیں:

وأتى برأسه الى عبيد الله فأرسله ومن بقى من اهل بيته الى يزيد.

حضرت حسینؓ کے سر کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس نے حضرت
حسینؓ کے سر مبارک اور اہل بیت کے باقی افراد کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

اور حافظ ابن حجرؒ نے علامہ ابن تیمیہ کا نام لئے بغیر رد کرتے ہوئے پوری سند کے
ساتھ متصل الاسناد روایت بھی نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

**وقال احمد بن محمد بن يحيى بن حمزة الحضرمى القاضى
اخبرنى ابى عن ابيه اخبرنى أبي حمزة بن يزيد قال رأيت عاقلة
من اعقل النساء يقال لها ريًّا حاضنة يزيد بن معاوية يقال: بلغت
مأة سنة قالت: دخل رجل على يزيد فقال: يا امير المومنين
أبشر، فأمكنك الله من الحسين، قُتِلَ وجيئ برأسه اليك
ووضع فى طست فأمر الغلام فكشفه فحين رأه خمّر وجهه
كانه يشم منه رائحةً.** (تہذیب التہذیب ج۲ ص۳۴۵ ترجمہ حسین بن علیؓ)

کہا قاضی احمد بن محمد بن یحیی بن حمزہ حضرمی نے کہ مجھے خبر دی میرے والد نے
وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ کو خبر دی میرے والد حمزہ بن یزید نے وہ
کہتے ہیں: میں نے ایک عقلمند عورت کو دیکھا، جس کو ''ریًّا'' کہا جاتا تھا، وہ یزید
بن معاویہ کو گود کھلانے والی تھی، سو (۱۰۰) سال کی عمر کو پہونچی ہوئی تھی، وہ کہتی

ہے: ایک آدمی یزید کے پاس آیا اور کہا: امیر المؤمنین! خوش ہو جائیے کہ اللہ نے آپ کو حضرت حسین پر قابو دیا، وہ قتل کئے گئے اور ان کا سر آپ کے پاس لایا گیا، وہ سر ایک طست میں رکھا گیا، یزید نے غلام کو حکم دیا، سر کو کھولا گیا، جب یزید نے اس کو دیکھا تو اپنا چہرہ چھپالیا گویا اس کو سر سے بدبو ملی۔''

اس روایت کا تذکرہ بحوالہ ابن عساکر ابن کثیر علیہ الرحمہ نے بھی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۸۶ پر مختصراً لکھ دیا ہے، یہ روایت متصل الاسناد بھی ہے اور دیگر آثار کے علاوہ بقول ابن تیمیہ منقطع روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں پھر اس کو تسلیم نہ کرنے کی معقول وجہ نہیں ہے۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۹۰ پر مذکورہ بالا روایت کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

وذكر باقي الحكاية وهي قوية الاسناد.

حمزہ بن یزید نے باقی قصہ ذکر کیا اور علامہ ذہبی نے کہا: یہ سند بھی مضبوط ہے۔

اور حافظ ذہبی نے مزید لکھا ہے:

وكثير ابن همام: حدثنا جعفر ابن برقان ان يزيد بن ابی زياد قال لما أتى يزيد برأس الحسين جعل ينكت سنَّهُ ويقول: ما كنت أظن ابا عبد الله بلغ هذا السن، واذا لحيته ورأسه قد نصل من الخضاب. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۹۰)

کثیر ابن ہمام کہتے ہیں ہم سے جعفر ابن برقان نے بیان کیا کہ یزید ابن زیاد نے کہا: جب یزید کے پاس حضرت حسینؓ کا سر لایا گیا تو وہ آپ کے دندان مبارک کو کریدنے لگا اور کہہ رہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ حسینؓ اس عمر کو پہونچ گئے ہیں حالانکہ حضرت حسینؓ کی ڈاڑھی اور سر خضاب سے رنگا ہوا تھا۔

اس روایت کے تمام راوی مسلم شریف کے راویوں میں ہیں اور تاریخ دمشق جلد ۶۰

صفحہ ۳۶۹ و ۳۷۰ پر بھی ایک متصل الاسناد روایت لکھی ہے، جس کو علامہ سیوطی نے شرح الصدور ص ۲۱۲ پر نقل کر دیا ہے۔

وہ منقطع روایت جس کو ابن کثیر نے نقل کیا ہے درج ذیل ہے:

وقال الزبير بن بكار حدثني محمد بن الضحاك عن ابيه قال كتب يزيد الى ابن زياد انه قد بلغني ان حسيناً قد سار الى الكوفة وقد ابتلى به زمانك من بين الازمان وبلدك من بين البلدان وابتليت انت به من بين العمال وعندها تُعتَق او تعودَ عبدا كما ترقّ العبيد وتعيد فقتله ابن زياد، بعث براسه اليه، قلت: والصحيح انه لم يبعث. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۷)

زبیر بن بکار نے کہا مجھ سے حدیث محمد بن ضحاک نے بیان کی وہ اپنے باپ ضحاک سے نقل کرتے ہیں ضحاک کہتے ہیں کہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لکھا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حسینؓ کوفہ کی طرف گئے ہیں اور ان کے ذریعہ مبتلا کیا گیا ہے تمہارا زمانہ زمانوں میں سے اور تمہارا شہر شہروں میں سے اور تم آزمائے گئے ان کے ذریعہ عاملوں میں سے اور اس آزمائش کے وقت تم آزاد کئے جاتے ہو یا بندوں کی طرح لوٹا کر بندے بنائے جاتے ہو، پس ابن زیاد نے ان کو قتل کر دیا اور ان کے سر کو یزید کے پاس بھیج دیا میں کہتا ہوں ان کے سر کو یزید کے پاس نہیں بھیجا۔

محمد بن الضحاک کے والد ضحاک بن عثمان امام مالک کے شاگرد ہیں ان کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا ہے۔ اس نے نہ تو عبید اللہ بن زیاد کا زمانہ پایا اور نہ ہی یزید کا، لہٰذا یہ روایت منقطع ہے، اس لئے سر مبارک کا شام بھیجنا اس منقطع روایت سے تو ثابت نہیں ہوسکتا؛ لیکن اس باب کی صحیح روایتیں اور مؤرخین کی تحقیقات پیچھے نقل کی جاچکی ہیں، اس لیے مولانا اعظمیؒ کا اس مسئلہ میں، البدایہ والنہایہ کی ایک مجمل عبارت سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور الٹا حضرت مہتمم صاحبؒ پر بے تحقیقی کا الزام دینا، علم و تحقیق کو منہ چڑانا ہے۔

اب ان اصحاب کے نام درج کئے جاتے ہیں جو یزید بن معاویہ کی مخالفت میں شہید ہوئے۔

(۱) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ۔(اکمال ص ۶۱۶ مکتبہ نعیمیہ دیوبند، والبدایہ والنہایہ ج ۸ص ۳۴۵)

(۲) عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

(بخاری جلد۲ص ۱۵۷باب قوله و الذی قال لِوالدیه لفٍّ لکما والبدایہ والنہایہ جلد۸ص ۱۲۹)

(۳) سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ۔ **احد من العشرة المبشرة**

(مستدرک ج۴ ص ۵۴۷ طبرانی جلد۳ ص ۴۳۹) ۵۱ ہجری میں انتقال ہوا یزید کی ولیعہدی کی بیعت نہیں کی تھی۔

(۴) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ **اول مولود وُلد فی الاسلام.**

(بخاری جلداول ص ۵۵۵)

(۵) منذر بن زبیر حضرت عمرؓ کی خلافت میں پیدائش ہوئی مقتولین حرہ میں ان کا شمار ہے۔(البدایہ والنہایہ ج۸ص ۳۴۷)

(۶) عبداللہ بن زید بن عاصم۔ بقول بعض بدری صحابی ہیں اگرچہ یہ صحیح نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد۳ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی) ان کے دو بیٹے خلاد اور علی بھی ان کے ساتھ حرہ میں شہید ہوئے اور صلح حدیبیہ میں عبداللہ بن زید بالاتفاق شریک ہوئے۔(اکمال البدایہ والنہایہ، شذرات الذہب، العبر فی من غبر)

(۷) حارث بن عبداللہ بن کعاب انصاری۔

(شریک حدیبیہ قتل یوم الحرۃ تجرید اسماء الصحابہ ص ۱۱۱، اصابہ ج ا ص ۲۸۲)

(۸) معاذ بن حارث ابوحلیمہ انصاری۔

(الاصابہ القسم الاول حرف المیم ج ۳ص ۴۲۸، البدایہ والنہایہ ج ۸ وغیرہ)

(۹) واسع بن حبان رضی اللہ عنہ، صاحب بیعت رضوان یوم الحرہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ ج ۳ حرف الواو ص ۲۲۷)

(۱۰) سعد بن حبانؓ، صاحب بیعت رضوان۔(الاصابہ ج ۲ص ۲۳)

(۱۱) معقل بن سنان رضی اللہ عنہ۔(تہذیب التہذیب ج ۵ص ۴۹۴)

یذکر یزید بن معاویة بشرب الخمر و یطعن علیه فحقد ذلک علیه. (المعارف لابن قتیبه ص ۲۹۸).

(۱۲) عبداللہ بن حنظلہ الغسیل۔(بخاری جلداول ص ۴۱۵، بخاری جلد دوم ص ۵۹۹)

(۱۳) **قال ابن حزم: قتل معه ثمانية من بنيه .** (جمہرۃ الأنساب ص ۳۳۳، وفاء الوفاء ج اول ص ۱۳۳)

(۱۴) محمد بن ثابت بن قیس بن شماس ان کے ساتھ ان کے ۳ لڑکے شہید ہوئے، یہ عبداللہ بن حنظلہ کے ماں شریک بھائی تھے۔(البدایہ والنہایہ ج ۸ص ۳۱۰، تہذیب التہذیب ج ۵ص ۵۶)

(۱۵) محمدؓ بن عمرو بن حزم: ان کے ساتھ ان کے گھر کے ۱۳ افراد یوم حرہ میں شہید ہوئے۔

(اصابہ جلد۳ص ۴۷۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ص ۳۱۰) یہ صحابی ہیں۔(اصابہ حرف میم ج ۳ص ۴۷۶)

(۱۶) سلیمان، یحییٰ، عبداللہ یہ تینوں حضرات یوم حرہ میں شہید ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ص ۵۶، اصابہ ج ۳ص ۴۷۳ القسم الثانی حرف المیم)

(۱۷) عبداللہ بن زید بن ثابت بن ضحاک۔ **قتل یوم الحرة و لیس له عقب.** (طبقات ابن سعد جلد۵ص ۲۶۵) ان کے ساتھ ان کے صلبی لڑکے شہید ہوئے۔

(۱۸) محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ انہوں نے یزید کے شرب خمر کی گواہی دی۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۵۹)

(۱۹) زید بن ثابتؓ کاتب وحی کے سات صلبی لڑکے یوم حرہ میں شہید ہوئے۔

(معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۰)

(۲۰) عبداللہ ابن مطیعؓ ان کے سات لڑکے یوم حرہ میں شہید ہوئے۔

(اصابہ، البدایہ والنہایہ ج ۸ص ۳۱۰)

(۲۱) یزید بن عبداللہ بن زمعہ۔ **قال ابن عبد البر : مقتول بالحرة ابنه یزید،**

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حرہ میں شہید ہونے والے ان کے بیٹے یزید ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ص ۳۱۱، تاریخ الاسلام للذہبی جلد۲ص ۳۷۴، اصابہ ج ۲ص ۳۱۱)وجزم ابن

حبان بأنه قتل يوم الحرة۔

(۲۲) ابوبکر بن عبداللہ بن عمر بن خطاب۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۵)

(۲۳) ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۵)

(۲۴) ابراہیم بن نعیم النحام۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴)

(۲۵) محمد ابی بن کعب۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴)

(۲۶) عبدالرحمٰن ابن ابی قتادہ۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴)

(۲۷) یعقوب بن طلحہ بن عبیداللہ۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۵)

(۲۸) وہب بن عبداللہ بن زمعہ۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴)

(۲۹) ابوحکیم معاذ بن الحارث القاری الانصاری۔ان کو حضرت عمرؓ نے تراویح پڑھانے کو کہا تھا۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴)

(۳۰) عمران بن ابی انیس۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ۶۳ رسال کے تھے۔

(۳۱) فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۴، ۳۷۵)

(۳۲) یزید بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری۔(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ص ۳۷۵)

(۳۳) عبدالرحمٰن بن سعید بن زید۔مخالفین یزید کے ساتھ یوم حرہ لڑ رہے تھے۔

(بحوالہ استخلاف یزید ص ۴۰۶ و ۴۰۷، تحقیق النصرہ ص ۱۵۱)

(۳۴) محمد بن عبداللہ بن سعید بن زید۔سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں ہیں، ان کے پوتے تھے۔(استخلاف یزید ص ۴۰۷، المعارف لابن قتیبہ ص ۲۴۶)

(۳۵) مسور بن عبدالرحمٰن بن عوف۔یوم حرہ شہید ہوئے۔(المعارف لابن قتیبہ ص ۲۴۰)

(۳۶) کثیر ابن افلح وابوہ یوم الحرہ شہید ہوئے بسند صحیح۔(تہذیب التہذیب جلد اول ص ۲۳۳)

(۳۷) عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل۔(تہذیب التہذیب ج ۳ص ۳۹۹)

(۳۸) عبداللہ بن زید بن عالم۔(تقریب التہذیب ص ۳۰۴، بتحقیق: محمد عوامہ)

(۳۹) مسروق ابن اجدع۔(البدایہ والنہایہ ج ۸ص ۳۱۶)

(۴۰) عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص المغیرہ (جمہرۃ نسب قریش وأخبارہا جلد ایک

(ص ۴۶۳ و ۵۲۲، ۵۲۱، تہذیب التہذیب ج ۲ص ۳۵۱)

(۴۱) عبدالرحمٰن ابن حاطب۔ابن ابی بلتعہ (کتاب المعرفہ والتاریخ جلد ۳ص ۴۲۸)

(۴۲) صائب بن یزید بن اخت النمر۔(کتاب المعرفہ والتاریخ ج ۳ص ۴۲۸)

(۴۳) مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوض الزہری القریشی کنیت ابوزرا۔

(کتاب الثقات لابن حبان کتاب التابعین باب المیم ج ۳ص ۴۵)

(۴۴) محمد بن اسلم بن بجرہ الانصاری الخزرجی۔(اصابہ ج ۳ص ۴۷۲)

(۴۵) سلیط بن زید یوم حرہ شہید ہوئے۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

(۴۶) عبدالرحمٰن ابن زید۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

(۴۷) عبداللہ بن زید۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

(۴۸) زید بن زید۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

(۴۹) سعد بن زید۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

(۵۰) سلیمان بن زید۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

(۵۱) یحییٰ بن زید۔(طبقات ابن سعد اردو ج ۵ص ۲۵۹)

پچاس سے زیادہ نام مختلف کتابوں کے حوالہ سے ہم نے لکھ دیئے ہیں۔علامہ ذہبی نے خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے اپنی کتاب تاریخ الاسلام جلد۲ ص ۳۷۴ پر بتایا ہے کہ صرف مردوں میں انصار اور قریش کے صحابہؓ میں تین سو چھ افراد شہید کر دیئے گئے جس کی تفصیل تاریخ خلیفہ بن خیاط میں صفحہ ۲۳۶ تا ۲۵۰ دیکھی جا سکتی ہے۔

مولانا اعظمیؒ کی غفلت:

اب مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی غفلت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''حضرت مہتمم صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر یزید اگر باتفاق صحابہؓ فاسق ہوتا تو نعمان بن بشیر جیسے جلیل القدر صحابی اس فاسق وفاجر کے ساتھ ہرگز لگے نہ رہتے، ہماری عقیدت اس بات کو کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ حضرت نعمان بن بشیر جیسے صحابی ایک شرابی زانی بے نمازی امیر کی مجلسوں میں برابر شریک ہوں گے اور اس کی طرف سے سفارت کی خدمت انجام دیں گے اور اس کی طرف سے حمص کے امیر بن کر اس کی حکومت کو قوت پہونچائیں گے''۔

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۷۴-۷۵)

جواباً عرض ہے کہ نعمان ابن بشیرؓ کا یزید کی مجلسوں میں برابر شریک ہونا ثابت نہیں ہے اور فاسق امیر کی اطاعت یا اس کی حکومت کا حصہ بننا گناہ نہیں، بہت سے بہت جو ثابت ہے وہ یہی کہ انہوں نے یزید کے دور حکومت میں، حکومت کی بعض ذمہ داریاں قبول کیں، لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یزید کے تمام موقف کو صحیح سمجھا ہو، تاریخ میں ایسی روایات موجود ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کبھی کسی کی بے جا حمایت نہیں کی، بلکہ انہوں نے یزید کے غلط کاموں پر تنقید بھی کی۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (اور نیکی اور تقوی کے کام میں تعاون کرو گناہ اور سرکشی کے کام میں تعاون مت کرو) یہ حکم قرآنی نعمان ابن بشیر و دیگر صحابہ کے پیش نظر تھا، اس لئے وہ شرابی زانی بے نمازی کی، نیک کام میں مدد کریں گے اور گناہ کے کام میں مدد نہیں کریں گے۔

حمص سے پہلے نعمان بن بشیر جیسے صحابی عراق کے بھی گورنر رہ چکے تھے اور عبداللہ بن مسلم بن شعبہ حزرمی نے نعمان بن بشیر صحابی سے شکایت کی تھی، **انک لضعیف او**

متضعف، قد فسد البلد، جواب میں نعمان بن بشیر نے کہا تھا **لأن اکون ضعیفا فی طاعة الله احب الي ان اکون قویا فی معصیة الله، وما کنت لأهتک سترا ستره الله، فکتب بقوله الی یزید ابن معاویة فدعا یزید مولی له یقال له سرحون قد کان یستشیره فأخبره الخبر.** (تہذیب التہذیب جلد اول ص ۵۳۰)

ترجمہ: میں اللہ کی اطاعت میں ضعیف رہوں یہ مجھے پسند ہے، اس بات سے کہ اللہ کی معصیت میں قوی رہوں اور میں اس پردے کو چاک نہیں کروں گا جس کو اللہ نے ڈالا ہے۔ نعمان بن بشیر کے قول کو عبیداللہ بن مسلم نے یزید کے پاس لکھ بھیجا، یزید نے اپنے غلام جس کو سرحون (۱) کہا جاتا تھا بلایا، اسی سے یزید مشورہ لیتا تھا پھر اس کو خبر بتائی۔

(تہذیب التہذیب جلد ا ص ۵۳۰ اور اصابہ جلد ا ص ۳۴۳)

یہ مسلک تھا نعمان ابن بشیر و دیگر اہل سنت والجماعۃ کا جیسا کہ طحاوی نے لکھا ہے:

ولا نری الخروج علی ائمتنا وولاة امورنا وان جاروا.

ہم اپنے اماموں اور عاملوں کے خلاف نہیں نکلتے چاہے وہ ظلم کریں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ غیر نبی کی ہر خاموشی کسی بات کی تائید نہیں کرتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اللّٰهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا أحتنا به



(۱) **نوٹ**: یاد رہے یہ شخص عیسائی تھا۔